هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۱ر جون ۱۹۸۲ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۔ لاہور
ڈیڑھ روپیہ

حدیث اور معاشرت

ترتیب — محمد منصور الزمان صدیقی

صحبت کا اثر

اچھے یعنی نیک اور بُرے ہم نشین کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ مشک والا یا تم کو خود کچھ (مشک) دے دے گا یا تم اس سے خرید لوگے اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو کم از کم اس سے اچھی خوشبو تو تم سونگھ ہی لوگے اور بھٹی والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے۔
(بخاری)

○

چاندی کے برتن

جو شخص چاندی کے برتن میں پانی وغیرہ پیتا ہے وہ گویا اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ ڈالتا ہے۔
(بخاری)

○

مومن اور فاسق

مومن کی مثال کچی کھیتی کی سی ہے جس پر تیز و تند ہوائیں آتی ہیں اور اس کو جھکا دیتی ہیں پھر جب ہوا نہیں ہوتی وہ سیدھی ہو جاتی ہے۔ اس طرح مومن بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے اور فاجر و فاسق آدمی کی مثال شمشاد کے درخت کی سی ہے جو سخت ہے۔ اور سیدھا کھڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہے اس کو اکھاڑ دیتا ہے۔ (بخاری)

○

نیّت کی اہمیّت

اعمال کا دار و مدار نیّت پر ہے (یعنی جزاء و سزا ظاہری عمل پر نہیں نیّت پر ہوگی) بخاری)

○

مزدور کے فرائض

اچھا مزدور وہ ہے جو خوب کام کرنے والا ہو اور امانتدار ہو۔

آجر کا فرض

مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے قبل مزدوری ادا کر دو۔ الکنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق مناوی)

○

اُجرت

مزدوری کم نہ دو (یعنی نہ صرف طے شدہ مزدوری سے کم نہ ہو بلکہ کام کی نوعیت کے لحاظ سے بھی کم نہ ہو۔

○

مناسب طریقہ

کسی کو کام پر لگانے سے پہلے اس کی اُجرت بتا دو۔

اللہ کے رسولؐ کے دشمن

تین آدمیوں کا میں دشمن ہوں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو مزدور سے کام لے اور مزدوری نہ دے۔ (بخاری)

○

اشتراکی زندگی

غلام اور مزدور تمہارے بھائی ہیں ان کو خدا نے تمہارے بس میں دیا ہے۔ اس لئے یاد رکھو کہ جس کے بس میں خدا نے اس کے بھائی کو دیا ہے۔ اس کو چاہئیے کہ جو خود کھائے، وہی اس کو کھلائے جو خود پہنے وہی اس کو پہنائے۔ جو کام اس کی طاقت سے باہر ہو (مسلم) اس کی تکلیف اسے نہ دے اور اگر تکلیف دے تو پھر اس کا (معقول) معاوضہ دے۔

مسئلہ تجاوزات کا

آج کل ملک کے مختلف شہروں میں تجاوزات ہٹانے کی مہم زوروں پر ہے خاص طور پر پنجاب کے متعدد شہر اس حکم کی زد میں ہیں ـــ ہماری ذاتی معلومات کے مطابق صرف لاہور لاہور میں ان گنت کالونیوں میں مقیم مکینوں اور دکانداروں کو نوٹس دئے گئے ہیں۔ جن میں انہیں کہا گیا ہے کہ اتنے دنوں کے اندر اندر وہ یہ جگہیں خالی کر دیں ـــ یہ مکین اور دکاندار سالہا سال سے ان جگہوں پر رہائش پذیر ہیں اور کاروبار کر رہے ہیں۔ لیکن مقام حیرت ہے کہ آج اتنے عرصے کے بعد متعلقہ محکموں کے ناخداؤں پر انکشاف ہوا ہے کہ یہ لوگ "ناجائز قابضین" ہیں اور نوٹسوں سے بات بڑھ کر اب اس رُخ تک جا پہنچی ہے جہاں متعلقہ محکموں کا عملہ آتا ہے اور لوگوں کی جھگیوں اور دکانوں کو ڈھیر کرکے چلا جاتا ہے۔

"ناجائز قبضہ" کا جہاں تک تعلق ہے کوئی باشعور شہری اس کی حمایت نہیں کر سکتا۔ غلط کام غلط ہے اس لئے اس کا ہٹ جانا درست اور صحیح ہے لیکن قانون اور ضابطہ میر و فقیر کے لئے یکساں ہونا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک شہ زور جو چاہے پلینٹ میں لے لے اور ایک فقیر بے نوا کا چند گز کا قبضہ گوارا نہ ہو؟

ہم ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ خود اس قطب البلاد لاہور کے اندر گنی چنی محدود برادریوں کے ایسے افراد موجود ہیں جنہیں بخت و اتفاق نے "تاج و تخت" سے نواز دیا ہے ان کی خوبی یہ ہے کہ کسی نوع کے حالات ہوں ان میں وہ اپنے آپ کو آسانی سے فٹ کر بیٹھتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ کوئی انہیں چھیڑ نہیں سکتا ـــ کسی میں حوصلہ اور دم خم ہو تو وہ آبائے شہر قسم کے افراد کی جائیدادوں اور پراپرٹی کا جائزہ لے تو اس پر ایسے انکشافات ہوں گے کہ آسمان برس پڑے گا

زمین پھٹ جائے گی لیکن ہم جو کہہ رہے ہیں وہ دیوانے کی بڑ ہے ۔ ایسا ممکن ہی نہیں ۔ کیونکہ یہاں مسئلہ یہ ہے ۔ ع

"کریں اقربا مرے خون کا دعویٰ کس پر؟"

انکوائری کرنے والی ایجنسیاں انہی پر مشتمل ہیں جو اس دریا میں سر سے پا تک ڈوبے ہوئے ہیں معلوم کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کہاں کہاں اور کس کس طرح مختلف سرکاری محکموں کی زمینیں ہتھیا رکھی ہیں ۔ ایسے بھی ہیں جن کی دھاندلیوں پر قومی اخبارات میں فیچر چھپ چکے ہیں لیکن وہ . . . . کے مصاحب ہیں ۔ اسی لئے ان کا ہر قدم قومی مفاد میں ہے —— جو معاشرہ اس طرح کی ناانصافی کا شکار ہو جاتا ہے ۔ جہاں امراء اور غرباء کے لئے الگ الگ ضابطے ہوتے ہیں وہاں خدا کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آ کر خود انتقام لے لیتی ہے —— اس لئے ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ آپ شہروں کو خوبصورت بنائیں ، بازار اور سڑکیں چوڑی کریں لیکن لوگوں کو بے گھر بنا کر نہیں ، ان کا ذریعہ معاش تباہ کر کے نہیں ۔ اگر شہروں کی خوبصورتی سرکار کے فرائض میں شامل ہے تو لوگوں کو مسکن و ٹھکانہ اور روزگار کے مواقع فراہم کرنا بھی سرکار ہی کا کام ہے ۔ اور یہ باتیں بنیادی حقوق میں شامل ہیں اسلامی چھوڑ مطلق عادلانہ حکومت ان باتوں سے صرف نظر نہیں کر سکتی ۔ لیکن ہمارے یہاں کا باوا آدم نرالا ہے ۔ ہم چند شہروں کا پھیلاؤ نہیں روک سکتے ، نئے شہر نہیں بسا سکتے ۔ سبزہ اور اناج کی شکل میں سونا اگلنے والی زمینوں کو تاراج کر کے وہاں کالونیاں اور صنعتیں بسانا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ۲۰/۲۵ برس تک ایک جگہ قیام پذیر غریب محنت کش اور مزدور کو بھیک بنی دو گوش نکال باہر کرنا ہمارے لئے بہت آسان ہے ۔ اتنے ہی لمبے عرصے سے کھوکھا لگا کر اپنے بچوں کے لئے روزی فراہم کرنے والوں کو معقول اور مناسب جگہ معاوضہ میں دئیے بغیر اجاڑنا ہمارا انصاف ہے ۔ فیاللعجب ۔

میری جان غور کریں شرق سے غرب تک یہ جو کچھ ہو رہا ہے اور پہاپیتے آبائے شہر جو کر رہے ہیں ، اس کے پس پردہ اہل وطن کی بے چینیوں میں اضافہ تو مقصود نہیں؟ افراتفری پھیلانا تو مقصود نہیں ؟ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ایک دم اِدھر سے اُدھر یہ دھندا کیوں شروع ہوا —— اب سے پہلے کسی کو تجاوزات ختم کرنے اور شہروں کی خوبصورتی میں اضافہ کی بات کیوں نہ سوجھی ؟ ہمیں حیرت ہوتی ایک "فادر منسٹر" کی بات سن کر کہ "میں انہیں نہیں رہنے دوں گا چاہے میرے ہاتھوں بننے والی مارکیٹیں داؤ پر لگ جائیں ہیں تو شہر کے ایک کونے پر کھڑے ہو کر بغیر کسی رکاوٹ دربار گنبد دیکھنا چاہتا ہوں"۔

لوگو ! سوچو ، غور کرو !

—— امید ہے کہ ان گذارشات کے بین السطور پر غور ہوگا اور بے چینی کی لہروں کو روکا جائے گا ۔

علوی

خاتونِ جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا نے فرمایا ۔

عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے ؛

۱ ۔ یہ کہ اسے کوئی غیر محرم نہ دیکھے ۔ اور

۲ ۔ یہ کہ وُہ بھی کسی غیر محرم کو نہ دیکھے ۔

(مخزنِ اخلاق)

حضرت مولانا خان محمد صاحب کی گرفتاری

مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر نظام العلماء پاکستان کے رہنما شیخ طریقت مخدوم العلماء مولانا خان محمد صاحب زید مجدھم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی گذشتہ ہفتہ اسلام آباد تشریف لے گئے وہاں مجلس کے زیر اہتمام آپ نے ایک جلسہ کی صدارت فرمائی جس میں مجلس کے بعض مبلغین اور دوسرے

حضرات نے مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں تقاریر کیں ۔ ساتھ ہی مولانا المحترم نے ایک استقبالیہ میں شرکت فرمائی جس کے بعد عجیب ڈرامائی انداز سے آپ کو گرفتار کر لیا گیا ۔ مبینہ اطلاعات کے مطابق انتظامیہ کے لوگوں نے آپ اور آپ کے رفقاء سے بدسلوکی بھی کی ۔ جہاں تک دینی مقاصد اور ملی امور کے لئے گرفتاری جیسے معاملات کا تعلق ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں اہل حق ہمیشہ اس قسم کی صورتِ حال سے دو چار رہے لیکن گرفتاری کے ساتھ ناروا رویّہ کی بات ہماری سمجھ سے بالا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے انتظامیہ کے اہل کار اس قسم کی حرکات کر کے ملک کا امن غارت کرنا چاہتے ہیں —— یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ کے پس پردہ ربوائی گروپ کی خفیہ سرگرمیاں بھی ہوں ۔ بہر حال ہم حضرت مولانا کی گرفتاری پر احتجاج کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیق کرا کے ذمہ دار عناصر کو قرار واقعی سزا دے ۔

مولانا جلال الدین پر حملہ

راقم الحروف کے شہر بھیرہ میں کلاچی (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) کے مولانا جلال الدین ایک عرصہ سے مقیم ہیں —— کلاچی کی مشہور علمی فیملی قاضی برادران سے موصوف کی عزیزداری ہے ۔ ملک کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سندیافتہ اور بانی مدرسہ مولانا عبدالحق کے انتہائی عزیز شاگرد ، بھیرہ میں ایک عرصہ سے تدریس و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں ۔ جمعیۃ علماء اسلام کی ضلعی قیادت میں ان کا اہم مقام رہا ہے ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں صوبائی اسمبلی کے وہ امیدوار بھی تھے —— اس اعتبار سے نہ صرف اپنے ضلع بلکہ ملک بھر میں ان کا احترام ہے ۔

بھیرہ کا ایک قطعہ زمین جو متروکہ املاک میں سے تھا پی پی پی کے ایک صوبائی وزیر کے تصرف میں تھا ۔ اس سے شہر کی ایک ایسی شخصیت نے یہ قطعہ حاصل کر لیا جسے آج کل بڑی اہمیت حاصل ہے اس سے قبل ان صاحب کا معاملہ محض علم و تدریس کا تھا یا پھر اپنے بڑوں کی مسند سجادگی کے نقطۂ نظر نے انہیں ایک روحانی مقام حاصل تھا —— بھیرہ کی ارائیں فیملی نے اس قطعہ زمین کے ایک حصہ میں مسجد و مدرسہ بنا رکھا تھا جس کے ضمن میں ایک عرصہ سے کیس چل رہا تھا مسجد و مدرسہ بنانے والوں کے خلاف فیصلہ ہوگیا تو انہوں نے مبینہ طور پر یہ بات کہہ دی کہ کورٹ کا فیصلہ دکھا دیا جائے تو ہم قبضہ چھوڑ دیں گے ۔ لیکن وہاں سے آمدہ اطلاعات کے مطابق جس انداز سے قبضہ حاصل کیا گیا وہ صورت حال انتہائی افسوسناک تھی نہ صرف ضلع سرگودھا بلکہ دوسرے اضلاع کے عقیدت مندوں کو بلا کر خوف و ہراس پھیلانا حد درجہ تشویشناک تھا جس کا اگلا مرحلہ مولانا جلال الدین پر حملہ کی شکل میں سامنے آیا اگر اہل محلہ دوڑ کر انہیں نہ بچاتے تو صورت حال مزید سنگین ہو جاتی —— مولانا شدید زخمی صورت میں ہسپتال گئے شہر میں ہڑتال ہو گئی —— یہ صورتِ حال علاقہ سے بڑھ کر صوبہ اور ملک کے لئے پریشانی کا باعث بن سکتی ہے —— ہم مرکزی و صوبائی حکومت سے استدعا کریں گے ۔ کہ وہ اس واقعہ کا سختی سے نوٹس لے اور حملہ آور لوگوں کو قرار واقعی سزا دے اور شہر کے امن کو بچائے ۔

بقیہ : بناتِ اسلام

نامراد ہے ۔ آؤ نیکی کے سرچشموں کو تلاش کریں اور اللہ کے حضور گردنیں جھکا دیں ۔

اس سادہ اور صاف معاشرہ میں ان کی تقریر کے یہ چند جملے نہایت موثر ثابت ہوئے اور منقول ہے کہ کئی لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ فی الواقع ہمیں اپنے قول و فعل کا جائزہ لینا چاہئے اور غلط اور صحیح میں حد فاصل کا سراغ لگانا چاہئے

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب: علوی

سیرتِ نبوی قرآنی

ازواج مطہرات کی قدر و منزلت

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

و ازواجہ امھاتھم-

صدق اللہ العلی العظیم-

محترم حضرات و معزز خواتین! سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی ازواج مطہرات کے متعلق کچھ ارشادات قرآنی گذشتہ صحبت میں عرض کئے جا چکے ہیں- کچھ مزید باتیں پیش خدمت ہیں- اور یہ سیرت نبوی قرآنی کا آخری خطبہ ہے-

جو تفصیلات گذشتہ صحبت میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواتین کے اس طبقہ مقدسہ کو جن میں ازواج مطہرات کہا جاتا ہے غایت درجہ قدر و منزلت حاصل تھی- جو مختصر آیت عرض کی وہ سورۃ الاحزاب کی ہے ارشاد ہے :-

"... کی مائیں ہیں"

جب یہ امت کی مائیں قرار پائیں تو نتیجہ خود بخود سامنے آ گیا کہ ان میں سے کسی کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے بعد کسی مرد سے نکاح جائز نہیں — الاحزاب میں ہے :

"تمہارے لئے درست نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو- اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی بے جا بات ہے"

رسول کریم علیہ السلام کے حین حیات بھی یہ ادب و قاعدہ ان محترم بیویوں کے لئے عائد تھا-

"جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو- یہ بات ایک عمدہ ذریعہ ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو [illegible]"

بنات النبیؐ

ازواج مطہرات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی صاحبزادیاں بھی شامل تھیں- جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے :-

"اے نبی! کہہ دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے"

اتنی سی بات سے دو سے زائد صاحبزادیوں کا وجود تو بہر طور ثابت ہو گیا- اب دوبارہ یہ آیت سنیں جس سے معلوم ہو گا کہ حجاب اور پردہ ہی کے سلسلہ میں ایک اور قانون رسول کی بیویوں امت کی ماؤں اور صاحبزادیوں کے لئے تھا پھر وہ ہر خاتون کے لئے وسیع ہو گیا-

"اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیجئے [illegible]

تھوڑی سی نیچی کر لیا کریں"

یہی حکم ہے جسے ہمارے دیار میں گھونگٹ نکالنا کہتے ہیں- ازدواجی زندگی کے دائرے میں آپ کے لئے قدرۃً بعض خصوصی وسعتیں اور رعایتیں تھیں ایسی جو امت کے عام افراد کو حاصل نہ تھیں- سورۃ الاحزاب میں ہے :-

"اے نبی! ہم نے آپ کے لئے یہ بیویاں حلال کی ہیں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی جو آپ کی ملک میں ہیں جنہیں اللہ نے آپ کو غنیمت میں دلوایا ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومنہ بھی جو اپنے کو (بلا عوض) نبی کو دے دے- بشرطیکہ نبی بھی اس کو نکاح میں لانا چاہیں- یہ حکم مخصوص ہے بخلاف عام مسلمانوں کے"

افرادِ خاندان

اس آیت میں جو احکام ہیں، ان سے قطع نظر کر کے آیت کے الفاظ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم) کے خاندان کو کتنے ہی افراد کا وجود ثابت ہو گیا - آپ کے چچا، ماموں پھوپھیاں خالائیں- پھر ان میں سے ہر ایک کی بیٹیاں، ان سب کا وجود اس آیت سے ثابت ہو گیا- رہیں وہ رعائتیں جو منصب کے اعتبار سے آپ کو حاصل تھیں- تو انہیں کے سلسلہ میں یہ حکم سن لیں کہ ازواج مطہرات کے درمیان باری و شب باشی کی پابندی نہ تھی-

"آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں دور رکھیں جس کو چاہیں نزدیک رکھیں اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا ہے ان میں سے کسی کو پھر طلب کر لیں جب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں- اس انتظام میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ان بیویوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی- اور وہ آزردہ نہ ہوں گی اور اس پر راضی رہیں گی جو کچھ آپ ان کو دے دیں اور اللہ اسے خوب جانتا ہے- جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ بڑا علیم و حلیم ہے"

ازواج مطہرات کا احترام

آیت کریمہ سے یہ مضمون نکل آیا کہ ان محترم بیبیوں کا خود بارگاہ الٰہی میں احترام تھا- وسط آیت کے الفاظ زیر غور ہیں — ارشاد ہو رہا ہے کہ ان محترم بیویوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، ان کے دل میں آزردگی پیدا نہ ہو- گویا رسول کے ساتھ اس کی بیویوں کی دلجوئی بھی خدا کو مطلوب تھی — ہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مسئلہ محض رعائتوں کا نہ تھا رعایتیں تھیں تو پابندیاں بھی تھیں- ایک تو یہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد کسی بیوی کو بدل کر دوسری کو نکاح میں لانا جائز نہ رہا- ارشاد ہے :-

"آپ کے لئے ان عورتوں کے بعد کوئی عورت جائز نہیں اور نہ یہ جائز کہ ان بیویوں کے بجائے دوسری کر لیں چاہے آپ کو ان کا حسن بھلا ہی لگے"

انسان بہر حال انسان ہے بشری جذبات و میلانات ہر کسی کے ساتھ ہیں اور یہ بات عبدیت و رسالت کے منافی نہیں- لیکن اس کے باوجود اس کے طبعی مقتضا پر عمل سے آپ کو روک دیا گیا- گویا جو آزادی ساری امت کے لئے تھی وہ آپ کے لئے باقی نہ رہی-

بدنفسوں کا معاملہ

افترا پردازی کا مسئلہ ایسا ہے کہ دنیا کا کوئی ماحول اس سے خالی نہیں- بدنفس اور بدبخت ہر جگہ

ہوتے ہیں۔ اور وہ بہت کچھ کر گذرتے ہیں۔ اللہ کے رسول کے ساتھ ایسا ایک معاملہ پیش آیا۔ وہ ——— افک ——— کے عنوان سے معروف ہے۔ ایک سفر میں منافقین کے ایک ٹولہ نے آپ کی محبوب ترین اہلیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی۔ اکا دکا مسلمان بھی اس پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ دنیا کا کوئی شوہر ایسی بات نہیں کر سکتا، آپؐ تو مجسم غیرت تھے الافک ——— کا معنی ہی طوفان و بہتان ہے۔ سورۂ نور کا ایک حصّہ اس واقعہ سے متعلق ہے۔ دوسرے رکوع سے بات شروع ہوتی ہے اور ابتدائی آیت ہی میں سخت غصّہ کا اظہار ہے اور ایسے لوگوں کے لئے سخت عذاب کا اعلان! کسی مومنہ پر اس قسم کا حملہ ہی غایت درجہ قبیح ہے چہ جائیکہ اس کا ہدف صالحات و مومنات کی سردار حضرت عائشہ ہوں۔ جو مسلمان سادہ رخی کا شکار ہوئے، انہیں فرمایا ——— جب تم نے یہ سنا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح طوفان ہے ——— اس قسم کے بہتان سن کر شک و شبہ میں پڑ جانا قیامت سے کم نہیں۔ اور یہ بات ایک مسلم معاشرہ کے لئے سخت قابل مواخذہ ہے ——— اس لئے فرمایا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے تم بچ گئے۔ ورنہ جس مشغلہ میں تم پڑے ہو اس کے سبب تم شدید عذاب کے مستحق قرار پاتے ——— تمہارا فرض تھا کہ یہ بات سنی تھی تو نقل در نقل نہ چاہیئے تھی جیسا کہ تم نے کیا اور جب کہ تم کو مطلقاً اس کا علم بھی نہ تھا تم اسے ہلکی بات خیال کرتے تھے اللہ کے نزدیک تو یہ بہت بھاری بات تھی۔

قرآن کے اس انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو رسولؐ چھوڑ اس کے گھر والوں کا بھی غایت درجہ احترام تھا۔ اب آپ کو اس سوال و اعتراض کا جواب مل گیا جو کیا جاتا ہے کہ خدا کو نبی کی گھریلو زندگی کی جزئیات سے کیا واسطہ تھا؟ واسطہ تو تھا اس لئے کہ وہ گھر جس میں وحی آتی ہے اس کا تقدس و احترام باقی نہ رہتا تو اسلام کی حفاظت و صیانت کی ذمہ داری کون لیتا؟ معترض حضرات کو سوچنا چاہیئے کہ آپ کا معاملہ ایک ذات یا شخصیت کا نہیں ایک نمونہ اور اسوہ کا ہے ——— آفاقی نمونہ، دائمی نمونہ اور رہتی دنیا تک کے لئے ایک اسوہ ——— صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم ——— رہ گیا مسئلہ لاولدی کا، تو بہر طور یہ عرب میں عیب کی بات سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے معاندین نے آپ پر آوازے کسنے شروع کر دئے۔ قرآن مجید نے بڑے زور سے کہا کہ بے اولاد رہنے والے آپؐ نہیں آپؐ کے دشمن ہیں ——— کوثر وغیرہ کی عطا و بخشش کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ صاحبِ اولاد تھے معاند کی بات الگ ہے ہاں آپ خاتم النبیّین ہیں نرینہ اولاد کی نفی ضرور ہے۔ لیکن صاحبزادیوں کا وجود موجود ہے ان میں سے ایک کی صاحبِ سلسلہ ہونے کی بڑی دھوم ہے اور اس میں شک بھی نہیں لیکن آلِ رُقیہ کا سلسلہ بھی کم نہیں اور امتی غلاموں کا ٹھکانہ نہیں ——— اتنی بڑی تعداد اور ایسا سلسلہ ——— اے کاش! ان غلاموں کو اپنا مقام معلوم ہو جائے؟

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین!

خطرناک منافق

حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا میں اس امّت کے لئے اس منافق کو بڑا خطرناک سمجھتا ہوں جو حکمت بھری باتیں بناتا جائے اور ظلم و زیادتی پر عمل کرتا رہے۔

مشکوٰۃ باب الریاء ص ۴۵۶

مکاتیبِ سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ترجمہ وتشریح: ڈاکٹر خورشید احمد فارق دہلی

عثمان بن ابی العاص ثقفی کی دستاویز

عثمان بن ابی العاص ثقفی طائف کے ایک تاجر کے بیٹے تھے۔ رسول اللہؐ نے ان میں صلاحیت دیکھ کر طائف کی گورنری ان کو سونپ دی تھی۔ اس عہدہ پر وہ پانچ چھ سال فائز رہے۔ باحوصلہ آدمی تھے۔ ترقی کے آرزو مند۔ عمرِ فاروقؓ نے ان کو بحرین و عمان اور بقول بعض بحرین و یمامہ کا گورنر مقرر کیا، خلیج فارس کا جنوبی ساحل بحرین کہلاتا تھا۔ اس پر اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ شمالی ساحل پر ساسانیوں کی حکومت تھی۔ عثمان ثقفی نے ایک بیڑہ تیار کر کے شمالی ساحل پر فوجیں اتار دیں۔ اور چند شہروں پر قابض ہو گئے۔ اُنہوں نے یہاں کئی فوجی اڈے بنائے جہاں سے اندرون ساحل کے شہروں پر چڑھائی کیا کرتے تھے۔ خلیج فارس کا یہ شمالی ساحل ساسانی حکومت کے صُوبۂ فارس کا حصّہ تھا۔ اس کی حدیں مشرق میں کرمان اور مغرب میں خوزستان (اہواز) سے ملی ہوئی تھیں۔ صُوبۂ فارس میں پہاڑ، دریا اور قلعے بہت تھے۔ اس وجہ سے یہاں تسخیر کا کام دشوار تھا، تاہم عثمان ثقفی برابر آگے بڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ وسط صُوبہ تک پہنچ گئے اور اگلے چند سال میں اُنہوں نے اس کا بیشتر حصہ فتح کر لیا۔ غالباً ۲۹ھ میں ان کو عثمانِ غنی نے معزول کر دیا۔ معزولی کے صحیح اَسباب ہمیں معلوم نہیں، لیکن قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بصرہ کے نئے گورنر عبداللہ بن عامر بن کریز کے اشارہ سے ایسا کیا گیا۔ عبداللہ اسی سال یا کچھ پہلے گورنر ہوئے تھے۔ نوعمر اور باامنگ آدمی تھے۔ ان کی تمنّا تھی کہ مملکتِ فارس کے غیر مقبوضہ علاقوں کی فتح کا سہرا ان ہی کے سَر بندھے۔ معزولی کے بعد عثمان ثقفی بصرہ میں آباد ہو گئے۔

مدینہ میں عمرِ فاروقؓ نے مسجدِ نبویؐ سے قریب عثمان ثقفی کے لیے ایک مکان خریدا تھا۔ ۲۱ھ میں شام سے لوٹ کر جب انہوں نے مسجد کی دیواریں پکی کرائیں اور اس کا رقبہ بڑھایا تو یہ مکان مسجد سے بے حد قریب ہو گیا۔ ۲۹ھ میں عثمانِ غنی نے مسجد کی توسیع و تجدید کرائی تو عثمان ثقفی کا مکان اسی میں ضم کر دیا گیا۔ عثمانِ غنی بے حد فراخ دل آدمی تھے۔ انہوں نے عثمان ثقفی کے دوہرے خسارہ (معزولی و مکان) کے بدلے بصرہ کے پاس ان کو کافی جائداد اور اراضی عطا کی۔ جس کا اندازہ ہمارے بعض مؤرخین دس ہزار جریب لگاتے ہیں۔ اس عطیہ کی انہوں نے ایک دستاویز کے ذریعہ توثیق کی۔ جیسا کہ ابھی آپ پڑھیں گے۔ اور اپنے گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر کو لکھا کہ حسبِ دستاویز عثمان ثقفی کو اراضی دے دیں۔

دستاویز

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط عبداللہ عثمان امیر المؤمنین کی طرف سے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو یہ دستاویز

دی جاتی ہے کہ مَیں نے تم کو مندرجہ ذیل جائداد و اراضی دی ہے: (۱) شط (۲) اُبلّہ کے سامنے والا مقابلہ نامی گاؤں (۳) وہ گاؤں جو پہلے زیرِ آب تھا، لیکن جس کو ابو موسیٰ اشعریؓ نے قابلِ کاشت بنا لیا تھا (۴) شط کے سامنے والی زیرِ آب اراضی و جنگلات، جزّارہ اور دیر جابیل کے مابین ان دو قبروں تک جو ابلّہ کے بالمقابل واقع ہیں۔ مَیں نے عبداللہ بن عامر کو ہدایت کر دی ہے کہ تم کو اتنی اراضی دے دیں۔ جتنی تم سمجھتے ہو کہ تم اور تمہارے لڑکے درست کر کے قابلِ کاشت بنا لیں گے۔ یا تمہارا کوئی بھائی جس کو تم اس کا کچھ حصّہ دینا چاہو، اگر اس اراضی کا کوئی حصّہ تم ٹھیک نہ کر سکو تو امیر المؤمنین کو حق ہو گا کہ وہ کسی ایسے شخص کو دے دیں جو اس کو درست کرا سکے۔ یہ اراضی اور جائداد مَیں نے تم کو اس زمین (مکان) کے عوض دی ہے جو مدینہ میں (توسیع مسجد کے لیے) تم سے لی ہے اور جس کو امیر المومنین عمرؓ نے تمہارے لیے خریدا تھا۔ اس جائداد اور اراضی کی جتنی قیمت تمہارے مکان کی قیمت سے زیادہ ہو وہ میری طرف سے تمہاری معزولی کی مکافات کے طور پر۔

میں نے عبداللہ بن عامر کو لکھ دیا ہے کہ اراضی کی اصلاح کے کام میں تمہارے ساتھ تعاون کریں، خدا کا نام لے کر اس کی اصلاح میں لگ جاؤ۔"

یہاں شطّ، اُبلّہ، جزارہ اور دیر جابیل وضاحت کے محتاج ہیں۔

شط سے مراد وہ ساری پُر دلدل اور زیرِ آب اراضی ہے جو دجلہ فرات کے جنوبی دھانہ پر اُبلّہ سے متصل بصرہ کی سمت ہیں، لیکن بصرہ سے بارہ تیرہ میل اوپر واقع تھی۔

اُبلّہ، دِجلہ۔ فُرات کے دہانہ میں ایک بڑا بندرگاہ تھا۔ جہاں سندھ، ہند، لنکا، انڈونیشیا اور ملایا وغیرہ سے براہِ آب اور مصر، شام، عراق، آسیا صغریٰ اور فارس سے براہِ خشکی سامانِ تجارت آتا جاتا تھا۔ یہ بصرہ کے شمال مشرق میں چار فرسخ (الگ بھگ سترہ انگریزی میل) کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں سے بصرہ تک ایک نہر تھی جس کو نہر ابلہ کہتے تھے۔ اس نہر کا بقدر ایک فرسخ شمالی حصّہ قدرتی تھا۔ باقی تین فرسخ (چودہ انگریزی میل) کھودا گیا تھا

جزّارہ: متن میں خزارہ ہے جو جزّارہ کی تحریف معلوم ہوتی ہے۔ ابلّہ سے ایک فرسخ ($4\frac{1}{4}$ انگریزی میل) جنوب میں بہ سمت بصرہ ایک کھاڑی تھی۔ اس کے سرے پر ایک لمبی چوڑی جھیل سی بن گئی تھی۔ جس میں مد کے زمانہ میں سمندر کا پانی چڑھ آتا تھا۔ اس جھیل کو جزّارہ کہتے تھے۔ اس جھیل سے بصرہ تک ایک نہر (نہر ابلّہ کا جنوبی حصّہ) کھودی گئی۔ جس کی لمبائی تین فرسخ تھی۔

دیر جابیل: یہ ایک گرجا تھا۔ اس کے جائے وقوع کی ہمارے ماخذوں نے کوئی مفید وضاحت نہیں کی۔ یاقوت کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دجلہ فرات کے جنوبی دہانہ پر واقع تھا اور یہاں سے بصرہ کی طرف ایک کھاڑی نکلتی تھی نیز یہ کہ اس کھاڑی سے عبداللہ بن عامر گورنر بصرہ نے ایک نہر کھدوائی تھی جس کو نہر نافذ کہتے تھے۔

بقیہ: سید احمد شہیدؒ

کو حضرت خلیفۃ المسلمین سید احمد شہید بریلوی اور امام المجاہدین شاہ محمد اسماعیل دہلوی دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

مسلمانوں کی مذہبی و شخصی آزادی کی جنگ انہوں نے محض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کے لیے لڑی تھی اور اللہ ہی کے راستے میں جامِ شہادت نوش کیا۔

ارشادِ خداوندی ہے: "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہو، وہ مرے نہیں، بلکہ زندہ ہیں، مگر تم نہیں سمجھتے۔"

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

امیر المومنین شہید بالاکوٹ

حضرت مولانا سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ

تحریر: احمد یعقوب چودھری

سلسلۂ نبوت حضرت محمد مُصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آنے والا، لیکن تا قیامت سلسلۂ رُشد و ہدایت جاری رہے گا۔ مجدّد، امام، مصلح اور علماء امت پیدا ہوتے رہیں گے اور بفضلِ تعالیٰ راہِ ہدایت دکھلاتے رہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے خدمت انجام دیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا فانی سے پردہ فرمانے کے بعد ان کی سنّت پر عمل کرنے والے اہل اللہ پیدا ہوتے رہے جنہوں نے نہ صرف وعظ و تبلیغ کے ذریعہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا، بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کی بھی کوشش کرتے رہے۔ مسلمانانِ ہند پر جب ابتدار کا دور آیا تو اللہ رب العزت نے لوگوں کی اصلاح کے لیے بارھویں صدی ہجری میں ایک مجدد کو پیدا فرمایا جسے لوگ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مجدّدِ وقت حضرت شاہ ولی اللہؒ نے جس تحریکِ تجدید و احیائے دین کا آغاز کیا تھا وہ ان کی وفات کے بعد ختم نہیں ہوئی، بلکہ ان کے جانشین اور فرزندِ ارجمند حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اسے جاری رکھا، بلکہ اس میں اور تیزی پیدا کی۔ مگر اس تحریک کو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقطۂ عروج پر پہنچایا۔ سید احمد شہید کی تحریک تجدید و احیائے دین اور جہاد فی سبیل اللہ کی تحریک تھی۔ انہوں نے جہاں وعظ و تبلیغ کے ذریعہ غیر اسلامی رسوم اور شرک و بدعت کے خاتمہ اور خالص توحید و صحیح اسلام کے احیاء کی کوشش کی وہاں جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی۔ اور اسی کوشش میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ۶ر صفر ۱۲۰۱ھ بمطابق ۲۹ر نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی (علاقہ اودھ) میں خاندانِ سادات جو اپنی نیک نامی، بزرگی اور علم دوستی کی بنا پر مشہور تھا، کے سید محمد عرفان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے آپ کا سلسلۂ نسب پینتیسویں واسطہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ تحصیلِ علم کے شوق میں آپ دہلی تشریف لائے۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے درس میں شامل ہو گئے کہ وہاں بہتر تعلیم حاصل کر سکیں۔ تقریباً بائیس سال کی عمر میں آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے دستِ صداقت پر بیعت کی اور خلعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے تحصیل علم کے بعد فنِ سپاہ گری میں بھی کمال پیدا کیا۔ شاہ عبدالعزیزؒ آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ اور سید احمدؒ کے متعلق فرماتے: "کہ آپ کا خاندان اعلیٰ ہے۔ جس میں ولایت موروثی ہے۔ امید ہے کہ سید احمد بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح منصب ولایت پر فائض ہونگے۔"

اسی بنا پر شاہ عبدالعزیزؒ اور

شاہ عبدالقادر اپنے شاگردوں، عزیزوں اور دوستوں کو اپنی بجائے حضرت سید احمد کے دستِ حق پر بیعت کا حکم کرتے۔ چنانچہ خاندانِ ولی اللہ رح نے آپ کی بیعت کو اپنے لیے باعثِ افتخار جانا۔ شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور شاہ ولی اللہ کے پوتے تھے۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ عبدالعزیز رح کے داماد تھے آپ سے بیعت ہوئے اور تادمِ زیست آپ کے ہمراہ رہے۔ شاہ عبدالعزیز کے نواسے اور جانشینِ خاندانِ ولی اللہ شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر علمار نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ سے جو بھی بیعت ہوتا وہ بذاتِ خود اصلاح و احیار کا مرکز بن جاتا۔ سید احمد شہید رح نے تقریباً ہندوستان بھر کا دورہ کیا۔ وہ جہاں بھی جاتے لوگ سینکڑوں، ہزاروں کی تعداد میں بیعت کے لیے پہنچ جاتے۔ پھرتے پھراتے جب آپ شہر کلکتہ تشریف لائے تو ایک سوانح نگار شہر کلکتہ میں ان سے بیعت ہونے والوں کے احوال میں لکھتا ہے۔ "کہ شہر کلکتہ میں بیعت کرنے والوں کی یہ کثرت تھی کہ ہزار پانچ سو آدمیوں کو ایک جگہ جمع کرکے سات آٹھ پگڑیوں کو اس مجمع میں پھیلا کر ہر ایک بیعت کنندہ کو حکم دیتے تھے کہ ایک کنارہ کسی پگڑی کا منجملہ ان پگڑیوں کے پکڑ لیوے۔ پھر پگڑیوں کا ایک کنارہ اپنے ہاتھ میں تھام کر کلماتِ بیعت کو باوازِ بلند تلقین کرتے تھے اور یہ کیفیت دن بھر رہتی۔ آپ کے تشریف لانے سے قبل ہزارہا بے نکاحی عورتیں وہاں کے گھروں میں تھیں اور ہزارہا مسلمان غیر مختون اس شہر میں موجود تھے۔ شراب تو ایک عام بات تھی۔ اب آپ کی برکت سے وہی کلکتہ رشکِ ارم ہو گیا۔ ہر ایک بیعت کرنے والے سے نکاح اور ختنے کا حال پوچھا جاتا اگر غیر مختون یا بے نکاحی جورو والا ہوتا تو فوراً یہ سُنّت ادا کر دی جاتی۔ مولوی عبدالحیؒ اور مولوی محمد اسماعیل شہید ہر منگل اور جمعہ کو ظہر سے شام تک وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اور ان بزرگوں کے وعظ کی یہ تاثیر ہوئی کہ خلقت مثل پروانہ گرویدہ ہو گئی۔ ہر ایک بیعت کنندہ کے شراب نوشی سے تائب ہونے پر شراب کی دوکانیں بند ہو گئیں۔"

ہندوستان بھر کے دورہ کے دوران حضرت سید احمد شہید رح کو یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ مسلمانوں کو ایک طرف انگریز اپنی سازشوں کا شکار کر رہا ہے تو دوسری طرف سکھ حکمران پنجاب و سرحد میں ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ سید احمد شہید رح نے سوچ بچار کے بعد انگریز سے پہلے سکھوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد اعلانِ جہاد فرما دیا۔ ہندوستان بھر میں حج بیت اللہ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ علمار نے راستہ کی بدامنی کی وجہ سے فتویٰ دے رکھا تھا کہ حج بیت اللہ ہندوستانی مسلمانوں پر فرض نہیں رہا۔ آپ بیت اللہ کے حج کے لیے دو دفعہ ہمراہ ساتھیوں کے گئے اور ہندوستان میں اس فتویٰ کے خلاف حج بیت اللہ کو جاری کیا۔ مولانا عبدالحیؒ اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی رح کو اطراف ہندوستان حضرت سید احمد شہید رح نے جہاد فی سبیل اللہ کی تبلیغ کرنے بھیجا۔ تیاری مکمل کرنے کے بعد تمام مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ایک اطلاع نامہ روانہ کیا گیا:

"کہ سکھ قوم عرصہ سے لاہور اور دوسری جگہوں پر قابض ہے اور ان کے ظلم کی کوئی حد نہ رہی۔ انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کو بلاقصور شہید کیا ہے اور ہزاروں کو ذلیل کیا ہے۔ مسجدوں میں نماز کے لیے اذان دینے کی اجازت اور ذبیحہ گاؤ کی قطعی ممانعت ہے۔ ان کا ذلّت آمیز ظلم و ستم ناقابلِ برداشت ہے۔"

ان کی آواز پر ہزاروں مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیار ہو گئے۔ مولانا سید احمد رح رائے بریلی سے سفر جہاد کے لیے ۱۸۲۶ء کے اوائل میں روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ تقریباً چھ سات ہزار ہندوستانی مسلمان تھے۔ جنہوں نے جہاد کرنے اور مسلمانان سرحد و پنجاب کو مذہبی آزادی دلانے کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کا تہیّہ کر لیا تھا۔ دسمبر ۱۸۲۶ء کو سب سے پہلے معرکہ اکوڑہ کے مقام پر جو نوشہرہ سے چند کوس کے فاصلہ پر ہے ہوا اور اللہ ربّ العزّت نے مجاہدین کو کامیاب و کامران کیا۔ دوسرے

کامیاب معرکہ کے بعد ہی علاقہ کے رؤسا اور حکمرانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور آپ کو امیرالمؤمنین منتخب کر لیا گیا کہ نظم و ضبط کے تحت جہاد جاری رکھا جا سکے اور آپ ہی کے نام کا خُطبہ پڑھا جانے لگا۔ ایک لاکھ مجاہد پنجاب و سرحد کے مسلمانوں کی مذہبی و شخصی آزادی بحال کرانے کے لیے آپ کے پرچم تلے جمع ہو گئے۔ مجاہدین نے باوجود کئی کئی روز کے فاقوں کے حوصلہ نہ ہارا اور بدستور غلبۂ حق کے لیے برسرِ پیکار رہے۔ جب پشاور فتح ہوا تو امیرالمؤمنین کے حکم سے فوری طور پر شرعی قوانین کا نفاذ کر دیا گیا۔ اور مولانا مظہر علی عظیم آبادی کو پشاور کا قاضی مقرر کر دیا گیا۔ پشاور تھوڑے ہی عرصہ میں امن و سکون کا علاقہ بن گیا۔ شہر میں بھنگ، چرس، افیون وغیرہ کی فروخت بند ہو گئی۔ کسبیاں اور فاحشہ عورتیں جو ہزارہا کی تعداد میں تھیں یا شہر چھوڑ گئیں یا پھر ہمیشہ کے لیے تائب ہو گئیں۔ رسوم جو خلافِ شرع رائج تھیں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ تحصیلِ عُشر اور انتظامِ ملک کے لیے جابجا تحصیل دار مقرر کر دیئے گئے۔ غرضیکہ سید احمد شہید نے علاقہ پر کنٹرول حاصل کرتے ہی حکومتِ الٰہیہ قائم کر دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ خلافت کے بعد حضرت احمد شہید رح کے دورِ خلافت میں ہی صحیح معنوں میں حکومتِ الٰہیہ قائم ہوئی۔ مگر افسوس کہ یہ دور بہت مختصر ثابت ہوا اور سردارانِ علاقہ نے جنہیں اللہ کی حاکمیت سے زیادہ اپنی حاکمیت عزیز تھی غداری کی۔ حضرت امیرالمؤمنین کو جنرل ونٹورا اور جنرل بدھ سنگھ کی فوجیں تو شکست نہ دے سکیں، مگر دربار لاہور اور انگریز کی چالبازیوں اور سازشوں نے اپنا کام کر دکھایا اور اپنے ہی ساتھیوں کی غدّاری کی بنا پر فتح شکست میں بدل گئی۔ شکستِ پشاور کے بعد آپ بالاکوٹ تشریف لائے اور یہیں اس جہاد فی سبیل اللہ کا آخری معرکہ ہوا۔ سکھ جرنیل راجہ شیر سنگھ غداروں کے بل بوتے پر مجاہدین کو گھیر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ شدید جنگ کے بعد اسی مقام پر ۶ رمئی ۱۸۳۱ء

(باقی ۱۰ پر)

تحفۂ رفاقت

ستائش ہم سے کیا ہو جاں نثاران نبوت کی
کہ ان کی ہستیاں مورد ہیں قرآنی بشارت کی

پیمبر کی معیت ان کی شانِ بے مثالی ہے
حقیقت میں دلیلیں ہیں یہ دعوائے رسالت کی

اشداء علی الکفار ہے رنگِ جلال اُن کا
ضیاء رحماء بینھم ہے شانِ رحمت کی

تراھم رکعاً کے دلربا آئینہ خانہ میں
نظر آتی ہے تصویر ان کے اندازِ عبادت کی

خدا کے فضل کے جو رضائے حق کے متوالے
جمالِ نورِ سیماھم نے روشن ان کی قسمت کی

وہ یارانِ نبیؐ و چرخِ ایمانی کے سیارے
وہ تنویریں نبوت کی وہ تصویریں محبت کی

رواقِ نیلگوں ملتِ بیضا کی رعنائی
انہیں کے دم سے ارزانی ہے انوارِ حقیقت کی

انھیں تاروں میں اک زہرہ جبیں تارہ درخشاں ہے
کہ جس کے نور سے روشن ہے پیشانی خلافت کی

وہ صدیقِ مکرمؓ وہ رفیقِ خاصِ پیغمبرؐ
دلیلِ اولیں تھا جو محمدؐ کی رسالت کی

تصدق کر دیا جس نے زر و مال اپنے آقا پر
وہ جس نے سب سے پہلے اُٹھ کے تصدیقِ نبوۃ کی

سلام مالک ہستی رضائے فخرِ پیغمبر
یہ دولت کس نے حاصل ایک کملی کی بدولت کی

دُعائیں دے رہی ہیں اے رفیقِ مصطفےٰ تجھ کو
گھٹائیں صبحِ ردت کی فضائیں شامِ ہجرت کی

سلام اے سینۂ سرور کو تسکیں بخشنے والے
محبت بھی بلائیں لے رہی ہے اس محبت کی

نہ ہو کیوں مقتدی تیرا جہان اسود و احمر
کہ تُو نے خود امامِ دوجہاں کی بھی امامت کی

تری بیداریاں روئے نبوت پر نچھاور تھیں
بڑی دلکش ہے کیفیت بھی تیرے خوابِ راحت کی

ترے رُخ کا پسینہ تھا کہ تھی فردوس کی شبنم
ترے عارض پہ تھیں رنگینیاں ریحانِ جنت کی

ترے زانو پہ تکیہ تھا سرِ ختمِ رسالتؐ کا
تری چشمِ وفا میں روشنی روئے نبوت کی

اذیت زہر کی بڑھتی گئی اور اُف نہ کی تُو نے
کہ تھی تعظیم دامن گیر سرتاجِ رسالت کی

تجھے تکلیف میں پہلو بدلنا کب گوارا تھا
کہ محبوبِ خدا سوتے تھے میٹھی نیند ہجرت کی

تری آنسو بھری آنکھیں تھیں یا جنت کے ساغر تھے
ترے اشکوں نے منزل پائی رخسارِ رسالت کی

تعالیٰ اللہ تیرا جذبۂ عشق و وفا داری
کہ خارِ راہ سے آقا کے قدموں کی حفاظت کی

تجھے ہجرت میں سب کچھ دیدیا مولائے ہستی نے
امانت پائی تیرے دوش نے بارِ نبوت کی

سراقہ کو فقط کسریٰ کے کنگن کھینچ لاتے تھے
وگرنہ کم نہ تھی کچھ دار شمشیرِ رفاقت کی

سلام اے اُمِّ معبد کو تسلّی بخشنے والے
ضعیفہ کس قدر ممنون تھی تیری عنایت کی

وہ بے تابانہ تیرا دوڑ کے خیمہ کے پاس آنا
نبیؐ کی تشنگی سے تجھ کو بے چینی تھی شدت کی

بُزِ لاغر کے مرجھائے تھنوں میں جان ہی کب تھی
مگر اپنا اثر لائی مسیحائی نبوت کی

اُنھیں سوکھے تھنوں سے ایک جوئے شیر بہہ نکلی
نہ پوچھو انتہا اب امِ معبد کی مسرت کی

مگر تیرا مزاج عاشقی بے تاب تھا اب تک
کہ باقی تھی ابھی تک تشنگی لب ہائے حضرت کی

دیا بر فاب کر کے شیرِ تازہ تُو نے آقا کو
نبوت منتظر تھی تحفۂ دستِ رفاقت کی

پیا اور خوب جی بھر کے پیا ساقیٔ کوثر نے
تمنا مسکرائی سیدِ پیرانِ جنت کی

ہوئے سیراب اُدھر فخرِ رسالتؐ اور اس جانب
محبت نے ادا پہچان لی جانِ محبت کی

یہ ثابت ہو گیا بس نغمۂ حتیٰ رضیتُ سے
کہ آرامِ محمدؐ جان ہے جانِ صداقت کی

تری جانب ہیں شاہا اُمتِ مرحوم کی نظریں
دگرگوں ہو رہی ہے کیفیت اربابِ ملت کی

منور کر دے سینوں کو پھر اپنے نورِ ایماں سے
حرارت پھر دکھا دے اے قلبِ پُر حرارت کی

بس اے نورِ مبین اے آفتابِ اوجِ ایمانی
جبینوں کو تجلی بخش دے اپنی عقیدت کی

جہانِ نو میں پھر جاری نظامِ قرنِ اول کر
ترے قدموں سے پھر مسند درخشاں ہو خلافت کی

لباسِ عشق پھر جسمِ مسلماں کو عطا کر دے
پلٹ دے اک نگاہ لطف سے تقدیر اُمت کی

تُو ہی تکلیف کر یا بھیج دے فاروقِ اعظمؓ کو
کہ شاہا پھر گھٹائیں چھا گئی ہیں آج ردت کی

یہی ہے تیری اُلفت میں اثر کا قولِ مستانہ
تری اُلفت یقیناً عینِ اُلفت ہے نبوت کی

○

ہم فخر سے کہتے ہیں ہمارے ہیں صحابہؓ
واللہ ہمیں جان سے پیارے ہیں صحابہؓ

وہ چاند جو روشن ہوا بطحا کے اُفق پر
اس چاند کے تابندہ ستارے ہیں صحابہؓ

حالات، واقعات:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: حافظ مسعود الحسن رشیدی، فاضل جامعہ اشرفیہ ــــ لاہور

اسلام کی چودہ صدیوں میں ہر صدی میں کچھ ایسے لوگ اُبھرتے رہے میں جنہوں نے اسلام کے اصول عقائد اور اساس اعمال کو ہر قیمت پر زندہ رکھا۔ اور اس تاریخ میں کوئی ایسا دَور نہیں آیا۔ جب قرآن کی تعبیر اور اسلام کی تصویر تماماً تحریف کی نذر ہوچکی ۔ ورنہ اسلام ایک زندہ مذہب نہ رہتا۔ بلکہ یہ ایک مجموعہ اساتیر ہوتا ۔ زندگی کا تسلسل نہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے ہر زمانہ میں ایسے افراد پیدا کئے ۔ جن کی زندگی اظہار حق اور ابطال باطل کے لئے وقف رہی ۔ نامساعد حالات اور الحاد کی لہریں انہیں ایک انچ بھی شاہراہِ عظیم سے نہ ہٹا سکیں ۔ یہ پاک شخصیتیں گو علی الانفراد معصوم نہیں مگر ان کا مجموعی مؤقف ضرور معصوم رہا ہے ۔ یہی اسباب کی وہ دنیا ہے جس کے ذریعے دین کی ابدی حفاظت ہوئی ۔ (اور اللہ پاک کا وعدہ پورا ہوا ۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (پ۱۴ سورۃ الحجر) بیشک ہم نے قرآن پاک اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) اسلامی تاریخ کا ایک ایک صفحہ ہزاروں ہزار ہیروں اور موتیوں سے بھرا پڑا ہے ۔ اور ان میں جو بھی نظر آتا ہے ۔ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بڑا ہی نظر آتا ہے ۔ محدثین ہوں یا مفسرین، فقہا ہوں یا متکلمین، صوفیا ہوں یا عارفین، حکماء ہوں یا اصولیین، اخباری ہوں یا مؤرخین، غزاۃ ہوں یا مجاہدین، خلفاء ہوں یا سیاسیین، اُمت کے جس دَور پر بھی نگاہ ڈالی جائے ۔ وہ بیس۲۰ تیس۳۰ یا پچاس۵۰ نہیں ہزاروں ہزار کی تعداد میں نظر پڑیں گے ۔ اور اپنے اپنے رنگ کا ہر ایک بڑا ہی نظر پڑے گا۔ جو ایک ہو کر بھی ایک اُمت کے برابر ہوگا ۔ آج جس گراں قدر ہستی کا میں ذکر کرنے لگا ہوں ان کے متعلق بلامبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی پوری زندگی کتاب و سنت کی اشاعت و تبلیغ اور ملک و ملت کی آزادی کے لئے وقف تھی ۔ اور اس فریضہ کو ادا کرتے ہوئے انہوں نے اپنی پاکیزہ زندگی میں علم و بصیرت، تقویٰ و ایثار، جہد و عمل اور خلوص و للہیت کی ایسی تابندہ و درخشندہ روایت قائم کی ہے ۔ جس کی بہت کم مثالیں تاریخ عالم میں ملتی ہیں ۔ وہ عظیم شخصیت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے ۔

پیدائش: ـــ آپ کی پیدائش بالاتفاق اہل تاریخ ۵۳۷ھ ایران کے علاقہ سیستان قصبہ سنجر میں ہوئی ۔ لیکن آپ کی تعلیم و تربیت خراسان میں ہوئی ۔ آپ کے والد کا اسم شریف غیاث الدین سنجری تھا ۔

آپ ہندوستان کے امام الطریق تھے ۔ آپ ہی سے ہندوستان میں علوم و معرفت کا افتتاح ہوا اور سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں آپ ہی سے پھیلا ۔ اور ہندوستان میں نوّے لاکھ آدمی آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے ۔ آپ کا نسب اوپر کی طرف گیارہ پشت پر حضرت حسین رضؓ سے جا ملتا ہے اور نیچے کی طرف شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے ہوتا ہوا مولانا قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند اور حضرت شاہ عبد الرحیم رائپوریؒ سے لڑی در لڑی آگے چلا آتا ہے فللہ الحمد ۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

آپ کے کمالات لامتناہی ہیں ۔ حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ جس پر نظر ڈالتے تھے صاحب معرفت ہو جاتا تھا علوم ظاہریہ و باطنیہ دونوں میں کمال حاصل تھا ۔ ابھی آپ پندرہ۱۵ سال کے تھے کہ یتیم ہو گئے ۔

سلوک کی ابتداء: ــــ تقسیم وراثت میں آپ کے حصہ میں ایک باغ اور ایک پن چکی آئی ۔ جس کی آمدنی سے آپ بسر اوقات کرتے تھے ۔ ایک روز آپ اپنے باغ میں تشریف فرما تھے اور درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ ایک مجذوب شیخ

براہیم قندوزی باغ میں تشریف لائے ۔ حضرت نے بڑے تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا ۔ ایک سایہ دار درخت کے نیچے ان کو بیٹھایا اور انگوروں کا خوشہ ماحضر کے طور پر پیش کیا ۔ قلندر بابا نے برغبت تمام یہ انگور کھائے ۔ اور حضرت خواجہ کی مہمان نوازی اور ذوق و شوق سے خوش ہو کر ایک کھانے کی چیز اپنی بغل سے نکال کر چبائی اور حضرت کو کھانے کو دی ۔

تذکرہ نگار لکھتے ہیں: کہ اس کے کھاتے ہی انوار الٰہی جلوہ گر ہوئے اور حضرت کا دل دنیا سے متنفر ہو گیا ۔ تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ فروخت کر کے مساکین میں تقسیم کی ۔ اور خود سمرقند کا رُخ کیا ۔ وہاں حفظ قرآن اور تعلیم علوم ظاہری میں مشغول رہے ۔ اس سے فراغت کے بعد عراق تشریف لے گئے ۔ اور قصبہ ہارون میں پہنچ کر خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت ہوئے ۔ ایک عرصہ دراز ان کی خدمت میں رہے اور کمال مجاہدہ اور ریاضت کے بعد ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا ۔

قسمت سے میری الٰہی یہ پائیں رنگ قبول
پھول کچھ چُنے ہیں میں نے ان کے داماں کیلئے

اتباع سنت کا ایک واقعہ: حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بزرگانِ سلف کے تذکرے دیکھے ہیں ۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کی حالت اور طرز وہ نہ تھی جو آج کل کے اکثر مشائخ کا ہے ۔ ان مشائخ کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اتباع شریعت کو وصول الی اللہ کے لئے چنداں ضروری نہیں سمجھتے اور ان کا اعتقاد ہے کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے ۔ لیکن بزرگان سلف کا حال تقویٰ طہارت اور اتباع سنت میں صحابہ رضؓ کا سا تھا ۔ چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا قصہ لکھا ہے ۔ کہ ایک بار آپ وضو کرنے میں انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے تو غیب سے آواز آئی کہ محبتِ رسول کا دعویٰ اور سنّت کا ترک ؟ آپ نے فوراً توبہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا ۔ اور لکھا ہے کہ آپ کی یہ حالت تھی کہ جہاں آپ آگ کو دیکھتے تو کانپ اُٹھتے کہ کہیں قیامت کے روز اس کی سزا نہ ہو ۔ تو اتباع سنت میں ان حضرات کا وہی حال تھا جو حضرات صحابہ رضہ کا تھا ۔

مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کا طبقہ علماء دیوبند کی رُو سے اُمت کے لئے روح رواں کی حیثیت رکھتا ہے ۔ جس سے اس امت کی باطنی حیات وابستہ ہے ۔ جو اصل حیات ہے ۔ اس لئے علماءٔ دیوبند ان کی محبت و عظمت کو تحفظ ایمان کے لئے ضروری سمجھتے ہیں ۔ مگر غلو کے ساتھ اس محبت و عقیدت میں انہیں ربوبیت کا مقام نہیں دیتے ۔ ان کی تعظیم شرعاً ضروری سمجھتے ہیں ۔ لیکن اس کے معنیٰ عبادت کے نہیں لیتے کہ انہیں یا ان کی قبروں کو سجدہ و رکوع یا طواف و نذر یا منت و قربانی کا محل بنا لیا جائے ۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ، حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ، حضرت علی ہجویریؒ، حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے صحیح جانشین اور ان کے فیوض سے زندگی کے خاکوں میں اتباع سنت کا رنگ بھرنے والے یہی بزرگان کرام ہیں ۔ ان حضرات کا فیض رُوحانی اعمال تسخیر سے نہیں اعمال سنت سے قائم ہے یہ حضرات باقاعدہ چشتی، سہروردی، نقشبندی اور قادری نسبتوں سے انتساب رکھتے ہیں ۔ بلکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو حکمت اور تزکیہ نفس کا یہ راستہ اب صرف اسی مسلک کے لوگوں سے آباد ہے ۔ یہ حضرات علم و عمل ہر دو ابواب میں استادی پہلو رکھتے ہیں ۔

خوارق و کرامات: حضرت شیخ کی کرامات بہت زیادہ ہیں ۔ لیکن صرف ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اپنے دوران سفر میں ہرات تشریف لے گئے ۔ وہاں ایک شیعی امیر تھا ۔ وہ اس قدر متعصب واقع ہوا تھا ۔ کہ حضرات ثلثہ کے نام پر اگر کوئی شخص نام رکھتا تھا ۔ تو اس کو قتل کرا دیتا تھا ۔ حضرت شیخ کا گزر اس کے خاص باغ میں ہوا ۔ وہاں لب حوض تشریف فرما ہوئے ۔ وہ شخص باغ میں آیا ۔ اور حضرت کو لب حوض دیکھ کر غضب ناک ہو کر کسی تکلیف دہی کا ارادہ کیا ۔

حضرت نے اس پر ایک نگاہ ڈالی وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ حضرت شیخ نے تھوڑی دیر میں اس پر حوض کا پانی ڈالا۔ جس سے وہ ہوش میں آیا۔

اور معہ اپنے اراکین کے حضرت سے بیعت ہو گیا۔ اور خلافت ظاہری و باطنی سے آپ کا نائب امیر بنا۔

پھر ایک بڑی رقم نذرانہ کی پیش کرنا چاہی۔ مگر حضرت نے یہ فرمایا کہ یہ مال تمہارا نہیں تمہیں حق نہیں واپس کر دیا۔ اس سفر میں اور بھی بہت سی کرامتیں حضرت سے صادر ہوئیں۔

حضرت کثیر المجاہدہ تھے، ستر سال رات کو نہیں سوئے

آپ کے کمالات بیان و تجربہ سے باہر ہیں۔ آپ کے کمال کی انتہا ہے کہ آپ کے شیخ آپ کی بیعت پر فخر فرماتے تھے۔ سیر الاولیاء میں بھی آپ کی تبلیغی کامیابی کی نسبت لکھا ہے۔

دوسری کرامت یہ ہے: کہ آپ کے آنے سے پہلے تمام ہندوستان میں کفر و بت پرستی کا رواج تھا۔ اور ہند کا ہر ایک سرکش اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور اپنے آپ کو اللہ کا شریک سمجھتا تھا اور وہ سب پتھر ڈھیلے، درخت، چوپایوں اور گائے اور ان کے گوبر کو سجدہ کرتے تھے اور کفر کی تاریکی سے ان کے دلوں کے تالے اور بھی مضبوط ہو رہے تھے۔

ہمہ غافل از حکم دین و شریعت\
ہمہ بے خبر از خدا و پیمبرؐ\
نہ ہرگز کسے دیدہ ہنجار قبلہ\
نہ ہرگز شنیدہ کس اللہ اکبر

جناب کے ہند میں تشریف لانے سے جو کہ اہل یقین کے آفتاب اور در حقیقت معین الدین تھے۔ اس ولایت سے تاریکی کفر نورِ اسلام سے روشن اور منور ہو گئی۔

جود و سخاوت: حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے نقل ہے کہ میں بیس سال حضرت کی خدمت میں رہا ہوں۔ کبھی کسی کو حضرت نے انکار نہیں فرمایا۔ جب کوئی شخص مانگنے آتا۔ حضرت مصلّے کے نیچے ہاتھ ڈال کر جو اس کی قسمت میں لکھا ہوتا وہ اس کو مرحمت فرما دیتے۔ آپ کا یہ بھی بیان ہے کہ میں نے اس عرصہ میں حضرت کو غصہ ہوتے نہیں دیکھا۔

اِرشادات: آپ کا مقولہ ہے کہ معرفت حق کی علامت ہے کہ خلقت سے بھاگنے لگے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے اور شقاوت کی علامت یہ ہے کہ آدمی مبتلائے معصیت ہو اور پھر بھی اپنے آپ کو مقبول سمجھے۔

حضرت کا مقولہ ہے کہ بیس سال میں نے حضرت شیخ کی خدمت سے نفس کو مہلت نہیں لینے دی۔ نہ رات کی خبر تھی نہ دن کی۔ حضرت شیخ نے جب میری خدمت کی طرف توجہ فرمائی تو وہ بے انتہا نعمت عطا فرمائی کہ اس کا بیان بھی ناممکن ہے۔ اور فرمایا کہ جو کچھ ملتا ہے خدمت سے ملتا ہے۔

؎ اگر کچھ مرتبہ چاہے تو کر خدمت فقیروں کی\
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینہ میں

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔

شمس الدین احمد حنفی، کراچی

اَلْهُدٰی

روشِ خام پہ مردوں کی نہ جانا ہرگز\
داغ تعلیم میں اپنی نہ لگانا ہرگز\
نام رکھا ہے نمائش کا ترقی و ترازم\
تم اس انداز کے دھوکے میں نہ آنا ہرگز

قرآن کریم میں "ہدیٰ" اور "الہدیٰ" کا لفظ متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں "ہدایت دینے والی" یا راہِ راست دکھانے والی۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔

چونکہ اس آیت کریمہ میں قرآن کی تعلیمات کو 'ہدیٰ' اور 'فرقان' کی صفات سے متصف گردانا گیا ہے۔ اسی لئے قرآنی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لئے ٹی۔وی نے جو پروگرام مرتب کیا ہے اس کو "الہدیٰ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

اس پروگرام کو پیش کرنے کے لئے ڈاکٹر اسرار احمد کا انتخاب کیا گیا۔ انہوں نے قرآن کے مفہوم کو جس طرح سمجھا ہے اور جس طرح وہ دوسروں کو سمجھاتے ہیں اس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس کام کے لئے مناسب انتخاب ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کو جو کام سپرد کیا گیا تھا وہ اس کو خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے انہوں نے قرآنی تعلیم کو لوگوں تک پہنچانے کا کوئی نیا طریقہ ایجاد نہیں کیا تھا۔ بلکہ ان کا طریقہ وہی تھا جو دوسرے تمام علماء اور مبلغین اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کتاب و حکمت (سنت) کو احسان سے تعبیر کیا ہے۔ آپؐ کے بعد اس فریضہ کو اکابر امت نے ہر دور میں ادا کیا تھا۔ آج بھی علماء حق اپنے اپنے دائروں میں اس فریضہ کو انجام دیتے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔

ترجمہ: درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صرف قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر ہی نہیں سناتے تھے۔ بلکہ ان آیات کی روشنی میں کتاب اللہ اور دانائی کی باتیں بھی بتاتے اور ان کی زندگیوں کو سنوارتے تھے۔ خود بھی حضورؐ نے یہی طریقہ اختیار کیا تھا اور دوسروں کو بھی یہی طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ یہی وہ مستحسن طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کے لئے مناسب سمجھا اور اسی طریقہ کو اختیار کر کے اُن لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جن لوگوں کے بارے میں خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

ترجمہ: اور اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

یہ سب باتیں بتانے کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے رسول کی بعثت کو اہل ایمان پر اپنا بڑا احسان بتایا ہے۔ جو اہل ایمان تھے انہوں نے واقعی اس کو اللہ تعالےٰ کا احسان سمجھا۔ اس تعلیم کو سینہ سے لگایا۔ کتاب سے راہ ہدایت پائی۔ اپنی زندگیوں کو اسی کے مطابق سنوارا اور

دنیا میں سربلند ہوئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوا۔

وَانتم الاعلون ان کنتم مومنین ۝

ترجمہ: اگر تم مومن ہو تو سب ہی سربلند ہوگے۔

دنیا نے دیکھ لیا، زمین والوں نے دیکھ لیا۔ آسمان والوں نے دیکھ لیا کہ کئی سو سال تک اہل ایمان اس آیت کی عملی تفسیر دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے۔

یہ تو ان لوگوں کا طرز عمل تھا جن کے راستے پر خود چلانے کی ہم اللہ تعالےٰ سے دن رات دعا کرتے ہیں۔ اور پانچوں وقت نمازوں میں ہاتھ باندھ کر بارگاہِ رب العزت میں یہ درخواست کرتے ہیں۔

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ ۝

ترجمہ: ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

ان کے مقابلہ میں وہ بدبخت لوگ تھے اور ہیں جو اپنی دنیوی لذتوں کے لئے اللہ تعالےٰ کے اس بڑے انعام کو ٹھکراتے ہیں بعض تو سرے ہی سے اس انعام کو لینے کے لئے تیار نہیں اور خود کو اس ملعون ہستی کی قیادت میں دے دیتے ہیں جس کے بارے میں باری تعالےٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا یَاۡمُرُکُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَ الۡفَحۡشَآءِ وَ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝

ترجمہ: وہ تمہیں بدی اور فحش کا حکم دیتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ وہ اللہ نے فرمائی ہیں۔

اور بعض ایسے ہیں جو بعض دنیوی مصلحتوں کی بنا پر بالکل تو انکار نہیں کرتے بلکہ ان باتوں کو جو اللہ تعالےٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے فرمائی ہیں تاویلوں کے پردے میں یا کسی دوسرے طریقے سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرما دیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَ الۡہُدٰی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُہُمُ اللّٰہُ وَ یَلۡعَنُہُمُ اللّٰعِنُوۡنَ ۝

ترجمہ: جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں۔ درآں حالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔ یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد اکابر امت اور علمائے حق کی پیروی میں ٹی وی کے ذریعے لوگوں کو قرآن سناتے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتے رہے تھے۔ اور بہت سے لوگوں میں ان کے انداز کو بہت پسند کیا جاتا تھا۔ لیکن جن لوگوں نے خود کو دنیوی لذتوں میں گم کر دیا ہے۔ وہ ان باتوں کو سننا بھی پسند نہیں کرتے اور راہ راست دکھانے والی (الھدیٰ) اور حق و باطل کے فرق کو کھول کر رکھ دینے والی (الفرقان) تعلیمات کو بند کر دینے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

پچھلے دنوں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جب قرآن کریم کی بعض تعلیمات کی وضاحت میں پردے کے احکامات پر پہنچے تو کسی کے استفسار پر انہوں نے فرمایا کہ پردہ عورتوں اور مردوں کی آزادی کے ساتھ اختلاط پر پابندی عائد کرتا ہے۔ لہٰذا عورتیں ان کاموں میں حصہ نہ لیں جن میں وہ مردوں کے ساتھ ملنے جلنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ مثلاً دفتروں، بینکوں، کارخانوں ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں کی ملازمتوں سے انہیں دستبردار ہو جانا چاہئے اور صرف دو پیشے اختیار کرنے چاہئیں۔ ایک درس و تدریس کا اور دوسرا طب کا۔ وہ بھی اس لئے کہ تعلیم حاصل کرنا عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے۔ اس لئے ان کی تعلیم کا انتظام عورتوں کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ اسی طرح بیماری میں عورتوں کو بھی علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے علاج کے لئے عورتوں کو ہی اس پیشے میں آنا چاہئے۔ باقی ملازمتوں میں چونکہ واسطہ مردوں سے پڑتا ہے اور اس سے معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں اس لئے ان ملازمتوں میں عورتوں کو نہ رکھا جائے۔ اور ان کو سبکدوش کر کے ان کو غیر مردوں سے الگ کر دیا جائے۔

سچ پوچھئے تو گھروں کی چہار دیواری کے اندر نصف دنیا سمائی ہوئی ہے۔ جس کی عورت بلا شرکت غیرے ملکہ اور حکمران ہے اس کا استخفاف کر کے عورت خود اپنے مقام کو پست کر رہی ہے۔ کیا معاشرتی

زندگی میں امور خانہ داری کو سلیقہ سے انجام دے کر گھر کو پورے خاندان کے لئے جنت بنا دینا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اگر عورت اپنے گھر کے مشاغل کو پوری توجہ اور دلچسپی سے ادا کرے تو اس کو بیکاری کا شکوہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ شکایت تو صرف اس صورت میں ہوتی ہے۔ جب گھر کے کاموں کو حقیر سمجھ کر دوسروں کے سپرد کر دیا جائے اور خود عورت اسلامی مساوات کا غلط مطلب لے کر اپنی فطرت کے خلاف مردوں کی ذمہ داریاں اپنے اوپر لادے۔ یہ جو نعرہ لگایا جاتا ہے کہ اسلام مرد اور عورت کی مکمل مساوات کا علمبردار ہے۔ وہ ایک منطقی مغالطہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ عورتیں خود اپنی جسمانی ساخت اور اپنی فطرت کا مردوں سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں تو وہ خود فیصلہ کر کے دیکھ لیں گی کہ اس قسم کی مساوات کبھی قائم ہو ہی نہیں سکتی۔ اسلام جو دین فطرت ہے وہ کبھی اس قسم کا تصور پیش نہیں کر سکتا۔ اگر اسلام مکمل مساوات کا داعی ہوتا تو سب سے پہلے اسی پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اس مساوات کو عہد رسالت میں کیوں نظر انداز کر دیا گیا۔ انبیاء علیہم السلام کی صف میں ایک بھی عورت شامل نہیں ہے۔ اسی طرح اور بھی بعض احکام ہیں جہاں عورت کو مرد سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

یہ الجھن دراصل مساوات کے ایک غلط مفروضہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ اگر غور و تدبر سے کام لیا جائے تو اسلام کا عدل و انصاف ہر جگہ نمایاں طور پر دکھائی دے گا۔ چنانچہ عورت کی بعض فطری خصوصیات کی بنا پر اس کے بعض وظائف کو مرد سے مختلف رکھا گیا ہے لیکن اس اختلاف کی بنا پر اس کا مرتبہ حقیر نہیں ہو جاتا۔ ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سید المرسلین کے مرتبہ پر فائز کیا گیا۔ اور ام المومنین حضرت خدیجہ کو حضورؐ کی سب سے پہلے تصدیق اور تائید و حمایت کرنے کا جو شرف حاصل ہوا اس میں کون ان کا شریک ہے؟ پھر حضور سرور کائناتؐ کی حیثیت شارع کی ہے یہ مقام حضرت صدیقہ عائشہؓ کو عطا نہیں ہوا لیکن حضورؐ نے اللہ کے حکم سے ان کو عورتوں کو تعلیم دینے کے لئے منتخب کر لیا۔ اور اس طرح اشاعتِ دین کا فریضہ انجام دے کر وہ اس مقام پر فائز ہوئیں جہاں صحابہ میں بھی ان کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

مرد اور عورت کی مساوات کا یہ وہ تصور تھا جو اسلام نے زمانہ جاہلیت کی تہذیب کے مقابلہ میں پیش کیا۔ جب عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور جب اس کو نہ صرف معاشرہ میں کوئی مقام حاصل تھا بلکہ اس کے وجود کو معاشرہ کے لئے ننگ و عار سمجھا جاتا تھا اور اسی سبب سے بعض شقی القلب لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیتے تھے یا زندہ دفن کر دیتے تھے۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ بعض عورتیں عسرت اور تنگدستی یا بعض گھریلو حالات کی وجہ سے ملازمت کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ ان کے لئے درس و تدریس اور طب کے پیشے کھلے ہوئے ہیں۔ عورتوں کے لئے اگر دونوں شعبوں کو الگ کر دیا جائے تو ان میں کافی توسیع ہو سکتی ہے۔ اور بے شمار عورتیں ان میں کھپ سکتی ہیں۔ وہاں ان کے لئے درس و تدریس اور کراکری کے علاوہ کلرکی، نرسنگ اور قابلہ گری کے لئے کافی گنجائش نکل سکتی ہے۔ غرض ضرورتمندوں کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے اور یہ سب کام پردے میں رہ کر انجام دیئے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد پر جو یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ وہ قرآن کی روح کے خلاف اپنی کوتاہ نظری کی بنا پر عورتوں کو پردہ کرنے پر مجبور کر رہے ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ ذیل میں قرآن کریم کی وہ تمام آیتیں پیش کر دی جائیں جن سے پردے کے مسائل مستنبط کئے گئے ہیں۔

پہلی آیت سورہ نور کی ہے۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"اور مومن عورتوں سے بھی کہدو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات کو) ظاہر نہ ہونے دیا کریں۔ مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو۔ اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔ اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا نیز ان خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکے جو عورتوں کے پردے

کی چیزوں سے واقف نہ ہو (غرض ان لوگوں کے سوا کسی پر) اپنی زینت (اور سنگار کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں کہ جھنکار کانوں میں پہنچے اور ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور مومنو! سب خدا کے آگے توبہ کرو۔ تاکہ فلاح پاؤ۔"

(سورۃ النور آیت ۳۱)

باقی آیتیں سورۂ احزاب کی ہیں۔ ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"اے پیغمبر کی بیویو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (کسی اجنبی شخص سے) نرم نرم باتیں نہ کیا کرو۔ تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے کوئی اُمید (نہ) پیدا کرلے اور (اُن سے) دستور کے مطابق بات کیا کرو۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔ اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور خدا اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ اے (پیغمبر کے) اہل بیت خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دُور کردے اور تمہیں بالکل پاک و صاف کردے۔"

(سورۃ الاحزاب ۳۲، ۳۳)

اور جب پیغمبروں کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۵۳)

اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (مونہوں) پر چادر لٹکا کر (گھونگٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لئے موجب شناخت و امتیاز ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۵۹)

ان آیات میں چند نکات قابلِ غور ہیں:—

۱۔ "پرہیزگار رہنے کے لئے ضروری ہے کہ کسی اجنبی شخص سے نرم نرم باتیں نہ کیا کریں۔ تاکہ جس شخص کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے وہ کوئی امید نہ پیدا کرلے۔" اب اس حکم کو سامنے رکھئے اور پھر ثقافتی پراگراموں اور ریڈیو اور ٹی وی پر پوری سج دھج کے ساتھ نوجوان عورتوں کے رقص و سرود اور نغمہ و موسیقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے مناظر کو دیکھئے کیا وہ لوگ جن کو قرآن کی روح کو سمجھنے اور اپنے آپ کو قرآن پر اتھارٹی سمجھنے کا دعویٰ ہے کیا وہ کسی آیت سے بے حیائی کے ان مظاہر کے جواز پیش کرسکتے ہیں؟

۲۔ "گھروں کے اندر ٹھہرنے کی ہدایت کی جا رہی ہے۔"

صاف ظاہر ہے کہ دفتروں میں کام کرنے، سڑکوں پر بے محابہ گھومنے پھرنے اور کلبوں اور تفریح گاہوں میں جانے سے روکا جا رہا ہے۔ کیا اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ عورتیں مردوں کے دوش بدوش کام کرکے اپنی اور ملکی و قومی ترقی میں حصہ نہ لیں اور گھر کی چہار دیواری میں پڑ کر اپاہج بن جائیں؟ واضح رہے کہ یہ تخاطب نبی کی بیویوں کے ساتھ ہے۔ جن کے ساتھ خاص رعایت ہے۔ اس آیت سے ان کی نام نہاد آزادی سلب کی جا رہی ہے۔ پھر عام عورتیں کس گنتی شمار میں ہیں۔

۳۔ اظہار تجمل اور زینت دکھانے سے روکا جا رہا ہے۔

کیا بھڑکیلے چمکیلے لباس پہن کر، سرخی پاؤڈر لگا کر، لپ اسٹک، نیل پالش سے اپنے ہونٹوں اور ناخنوں کو پرکشش بنا کر اور میک اپ کر کے نکلنے کو اظہار تجمل کرنے اور زینت دکھانے کے ذیل میں نہیں لایا جائے گا؟ اگر نہیں تو للّٰہ ہمیں اس آیت کے صحیح مفہوم سے آگاہ کریں۔

۴۔ نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی ہدایت کی جا رہی ہے۔

"کیا ان مشاغل میں وقت اور دولت صرف کرنے سے ترقی کے کاموں میں جن میں ہماری روشن خیالی لیڈیز لگی ہوئی ہیں، رکاوٹ پیدا نہ ہوگی۔" پھر اللہ تعالےٰ نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری کا تو حکم دے رہا ہے اور اپنے نبی کی بیویوں کو جن کی فضیلت کا اسے خود اقرار ہے وہ کام انجام دینے کی ہدایت نہیں کرتا جس سے وہ ملک و قوم کو ترقی دے سکیں۔

(باقی آئندہ)

مولانا خورشید احمد گنگوہی

شکار کے احکام

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نُرْسِلُ الْکِلَابَ الْمُعَلَّمَۃَ۔ قَالَ کُلْ مَا اَمْسَکْنَ عَلَیْکَ۔ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلْنَ۔ قَالَ وَاِنْ قَتَلْنَ۔ قُلْتُ وَاِنَّا نَرْمِیْ بِالْمِعْرَاضِ۔ قَالَ کُلْ مَا خَزَقَ وَمَا اَصَابَ بِعَرْضِہٖ فَقَتَلَہٗ فَاِنَّہٗ وَقِیْذٌ فَلَا تَاْکُلْ۔

(متفق علیہ)

حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت ہے آپ نے کہا کہ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! ہم شکار کے لئے سکھلائے ہوئے کتے چھوڑتے ہیں۔ فرمایا جس کو تیرے لئے پکڑلیں کھالے۔ میں نے کہا اگرچہ مار ڈالیں۔ فرمایا اگرچہ مار ڈالیں۔ میں نے کہا اور ہم بن پروں کا تیر مارتے ہیں۔ فرمایا جو چیز زخمی کردے کھالے اور جو چیز اپنی چوڑائی کے ساتھ لگے پھر اس کو مار ڈالے وہ چوٹ سے مرا ہے اُسے نہ کھا۔

ابھی آپ نے ایک حدیث مبارک معہ ترجمہ سُنی ہے۔ جس میں کتے کے شکار کردہ جانور کے لئے حلت و حرمت کا حکم موجود ہے۔ حدیث اقدس کا مفہوم سماعت فرمانے سے پہلے دو لفظوں کی تشریح سمجھ لیجئے۔

۱۔ "کلاب" "کلبٌ" کی جمع ہے اور کلب کتے کو کہتے ہیں۔ اسی سے "تکلیب" بنا لیا گیا ہے جس کے معنیٰ کتے کو شکار کی ٹریننگ دینے کے ہیں۔ بعد میں اس کا اطلاق دیگر شکاری جانوروں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی ہونے لگا۔ صاحب جلالین "تکلیب" کی تفسیر ارسال کرتے ہیں یعنی تربیت یافتہ کتے کو شکار پر چھوڑنا اور تفسیر قرطبی میں بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے۔

دوسرا لفظ وقیذٌ ہے اور موقوذۃٌ بھی اسی سے لیا گیا ہے جو سورۃ المائدہ کی آیت تین میں بھی مذکور ہے۔ موقوذۃٌ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو کسی قسم کی چوٹ لگنے سے مر جائے مثلاً بلندی سے گر گیا۔ ٹریفک کے حادثے کا شکار ہوگیا، اینٹ، پتھر اور لاٹھی کی ضرب سے مر گیا حتیٰ کہ جو شکار بندوق کی گولی سے مر جائے اس کو بھی فقہا نے موقوذۃ میں داخل کرکے حرام قرار دیا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ سب اس پر متفق ہیں لیکن اس حدیث میں ایسی ضرب کا ذکر موجود ہے کہ ایک شکاری نے تیر سے شکار کرنا چاہا اور تیر دھار کی طرف سے نہ لگا بلکہ تیر کی چوڑائی کی ضرب سے شکار مر گیا تو یہ بھی موقوذۃ ہے جس کا کھانا ممنوع ہے۔

امام الانبیاء حضور نبی اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حضرت عدیؓ کے اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ اہل عرب کے معاش کا مدار تین چیزوں پر تھا۔ ۱۔ گلہ بانی ۲۔ تجارت ۳۔ اور شکار۔ یعنی عربوں میں شکار کھیلنے کا رواج محض ایک شوق اور تفریح کی بنیاد پر نہیں بلکہ یہ ان کی معیشت کا ایک اہم جزو تھا۔ اور اسی معاشی اہمیت کی وجہ سے ان کے ہاں شکاری جانوروں کی تربیت کا فن بھی بہت ترقی پا چکا تھا۔ آج ہر وہ شخص جس کی زمانۂ جاہلیت کے لٹریچر پر گہری نظر ہے بخوبی اس حقیقت سے واقف ہے کہ مشہور شاعر امراء القیس اپنے اشعار میں جب اپنی شکاری کتیا کا ذکر لاتا ہے تو پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ یہ کسی کتیا کا ذکر نہیں بلکہ کسی شعلہ صفت آتش مزاج اور برق رو قتالہ کا تذکرہ کر رہا ہے۔

اقوام سابقہ کی سرگذشتوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ شکاری جانوروں کی تعلیم و تربیت کا فن عربوں کے ساتھ ہی مخصوص نہیں تھا بلکہ دنیا کی تمام بادیہ نشین قومیں اسی خصوصیت کی حامل تھیں اور شکار بازی کو ان کے درمیان قدرے مشترک کی حیثیت حاصل رہی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت عدیؓ بن حاتم نے رسولِ رحمتؐ کی خدمت میں یہ سوالات پیش کئے اور آپؐ نے جس خوبصورت وجد آفریں انداز میں جواب ارشاد فرمایا اس پر معمولی فکر اور تدبر کے بعد یہ حقیقت ابھر اور نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ آپؐ نے نہ صرف حلت و حرمت، پاک اور ناپاک کو ملحوظ رکھا بلکہ شکار اور شکاری جانور کی عزت میں اضافہ کرکے انہیں عظمت بخشی ہے۔

اور قرآن حکیم نے تو فن شکار کو تعلیم الٰہی کا ایک حصہ قرار دیا ہے جب سورۂ مائدہ کی چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا تعلمونھن مما علمکم اللّٰہ یعنی تم اس طرح ان کو سکھاؤ جس طرح اللّٰہ تعالےٰ نے تم کو سکھایا ہے یعنی ٹریننگ کی نوعیت کا اظہار فرمایا جا رہا ہے ۔ یقینًا ہر تربیت میں مربی کا ذوق جھلکتا ہے اور جس طرح کسی چیز کو ایک زیر تربیت انسان اپناتا ہے بالکل اسی طرح ایک حیوان بھی اپنی جبلی استعداد کے مطابق اُسے حاصل کر سکتا ہے ۔

جس کے بعد ایک جانور اپنے مربی کا آلہ بن جاتا ہے اور اس کا کیا ہوا شکار اس کے لئے ویسے ہی طیب و حلال ہو جاتا ہے جیسے اسکے ہاتھ کا ذبیحہ ۔

اس حدیث شریف کے بیان فرمودہ مفہوم میں فقہا اپنا اپنا موقف رکھتے ہیں ۔ ایک گروہ کہتا ہے اگر شکاری جانور نے شکار میں سے کچھ کھا لیا تو وہ حرام ہے ۔ کیونکہ اس کے کھانے کے معنے یہ ہیں کہ اس نے شکار مالک کے لئے نہیں اپنے لئے پکڑا ہے اور یہی مسلک امام شافعی رح کا ہے ۔ دوسرا گروہ کہتا ہے اگر اس نے شکار سے کچھ کھا لیا تب وہ حرام نہیں یہاں تک کہ ایک تہائی حصہ بھی وہ کھالے تو بقیہ دو تہائی حلال ہے یہ مسلک امام مالک رح کا ہے ۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ اگر شکاری درندے نے کھایا ہے تو وہ حرام ہوگا اور اگر شکاری پرندے نے کھایا تو حلال ہوگا ۔ اس گروہ کے نزدیک شکاری درندے کو یہ تعلیم دی جا سکتی ہے کہ وہ شکار کو مالک کے لئے پکڑے لیکن پرندہ ایسی تعلیم و تربیت کو قبول نہیں کرتا ۔ یہ مسلک امام ابو حنیفہ رح اور ان کے اصحاب کا ہے ۔

لیکن آپ غور فرمائیے احدیث کے الفاظ ہیں ما امسکن علیک اور بعینہٖ یہی الفاظ سورۂ مائدہ کی چوتھی آیت میں مذکور ہیں ۔ امساک کے معنیٰ روکنے اور تھامنے کے ہیں ۔ اور جب اس کے ساتھ علیٰ آئے جیسے قرآن حکیم میں ایک دوسرے مقام پر بھی آتا ہے : امسک علیک زوجک تو اس کے اندر اختصاص کا مقصد پیدا ہو جاتا ہے یعنی کسی چیز کو کسی خاص کے لئے روک رکھنا ۔ لہٰذا اس گروہ کا موقف اس ضمن میں زیادہ قوی ہو جاتا ہے جو کہتا ہے شکاری جانور اگر شکار میں سے کچھ کھا لے تو وہ شکار حلال نہیں ہوگا ۔

بہر حال شکاری کتے کے ذریعے شکار حلال ہونے کے لئے ان شرائط کا ہونا ضروری ہے ۔

۱۔ کتا شکار کے لئے سدھایا ہوا ہو اور سدھانے کا یہ اصول مقرر ہے کہ وہ شکار پکڑ کر تمہارے پاس لے آئے خود نہ کھائے ۔

۲۔ تم اس شکاری جانور کو اپنے ارادے سے شکار کے پیچھے چھوڑو وہ خود بخود شکار نہ لے آئے ۔

۳۔ جب تم شکاری جانور کو شکار پر چھوڑو تو بسم اللّٰہ پڑھ کر چھوڑو اس کے بعد شکار تمہارے پاس آنے تک دم توڑ دے تب بھی حلال ہے ورنہ بغیر ذبح کئے جائز نہیں ہے ۔

اللّٰہ تعالےٰ ہمیں شریعت کے ہر حکم پر پورے اخلاص سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

معالم القرآن فی دروس القرآن

پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی علوم قدیمہ و جدیدہ پر مجتہدانہ نظر رکھنے والے بزرگ ہیں علوم ولی اللّٰہی سے انہیں خاص مناسبت ہے اور اپنے دروس میں حکمت ولی اللّٰہی کو انتہائی مؤثر اور مدلل طریق سے بیان کرنا ان کی خاص خوبی ہے ۔ مدرسہ سے ملحقہ عظیم الشان مسجد نور میں نماز فجر کے بعد اسلاف کے طریق کے مطابق ان کا درس انتہائی مقبول ہے ۔ شہر کے مختلف اطراف سے قرآنی معارف و علوم کا شوق رکھنے والے حضرات اس درس میں شریک ہوتے ہیں ۔ احقر کی مدت سے خواہش تھی کہ یہ دروس قلم بند ہوں ، چھپیں اور خلق خدا استفادہ کرے شاید ایک آدھ مرتبہ حضرت الاستاذ سے عرض بھی کیا تھا بہرحال ہر چیز کا وقت متعین ہے ۔ گوجرانوالہ کے ایک صاحب دل نوجوان بلال احمد صاحب ناگا نے ان دروس کو ٹیپ کرنا شروع کر دیا ۔ اور پھر اس کی اشاعت کی غرض سے محترم جناب لعل دین صاحب ایم ۔ اے علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج باغبانپورہ لاہور نے اس کو ٹیپ سے صفحہ قرطاس پر منتقل کرنا شروع کر دیا ۔ محترم لعل دین صاحب نے جس محنت اور خلوص سے اس کام کا بیڑا اٹھایا ، وہ واقعی قابل قدر ہے ۔ بقول صاحب درس زید مجدھم مناسب سرخیاں اور موزوں عنوانات کا بھی اضافہ کیا اور یوں ایک باقاعدہ مرتب شکل میں یہ مجموعہ سامنے آنا شروع ہو گیا ——— اس کا حصہ اول اس سے قبل شائع ہو چکا ہے جو سورۂ فاتحہ (ام الکتاب) کے دروس پر مشتمل تھا ۔ اللّٰہ تعالےٰ نے اس مجموعہ کو مقبولیت عامہ نصیب فرمائی ۔ اب اس کا دوسرا حصہ سامنے آیا ہے یہ حصہ ۲۹ ویں پارہ کی ابتدائی پانچ سورتوں الملک ، القلم ، الحاقہ ، المعارج ، نوح کے مطالب و معانی پر مشتمل ہے ۔ اسلاف کے ذوق کے مطابق نفس قرآن کی تشریح و توضیح اس کتاب کی بڑی خوبی ہے غیر ضروری ابحاث سے صرف نظر کیا ہے اور کتاب ہدیٰ کے ذریعہ حضرت حق اپنے بندوں کو جو فرمانا چاہتے ہیں اسے حسن و خوبی سے ذکر کیا گیا ہے ۔ اس کتاب کا زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ وقت کی اہم ضرورت ہے ۔ تاکہ دُکھی اور پریشان حال دنیا اس کتاب رشد و ہدایت سے استفادہ کر کے سکونِ قلب کی دولت سے ہمکنار ہو سکے ۔ قیمت -/۱۸ روپے ملنے کا پتہ ؛ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

کتابِ زندگی

سرزمین اولیاء ملتان کے فرزند منشی عبد الرحمٰن خاں صاحب غایت درجہ محنتی ، جفاکش ، باہمت اور بھاگ دوڑ کرنے والے انسان ہیں ۔ ۱۹۱۲ء ان کا سالِ پیدائش ہے ۔ یہ دور وہ تھا جب برطانوی استبداد بلقانی ریاستوں میں ننگا ناچ ناچ رہا تھا ۔ اور ادھر برصغیر میں کانپور مسجد وغیرہ جیسے حادثات رونما

ہو رہے تھے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر مسلمان قوم سراپا احتجاج اور مسلسل اضطراب کا شکار تھی شاید منشی جی پر وہی اثر ہے کہ انہیں ایک پل چین نہیں آتا ویسے وہ محض وکیل کے منشی تھے لیکن ملتان کی قومی اور اجتماعی زندگی میں کوئی پروگرام ایسا نہ ہوتا جس میں وہ قائدانہ طور پر حصہ نہ لیتے ہوں۔ اور اب جبکہ وہ ۷۰ کے پیٹے میں ہیں ان کی بھاگ دوڑ کے سامنے نوجوان شرمندہ ہو کر رہ جاتے ہیں ——— ادارہ علوم اسلامیہ کے نام سے ایک عرصہ سے انہوں نے ایک ایسا ادارہ بنا رکھا ہے جس کے ذریعہ اچھا اور سستا لٹریچر مختلف زبانوں میں چھاپ چھاپ کر ساری دنیا میں پھیلا رہے ہیں اب ایک عرصہ سے وہ اپنے مشاہدات و تاثرات کے حوالہ سے لکھنے پڑھنے میں مشغول ہیں۔ اور اس حوالہ سے متعدد چیزیں بازار میں لا چکے ہیں جن میں سے "کچہری کی دنیا" نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اور اب یہ کتاب سامنے آئی ہے ——— بقول مصنف یہ "حقائق افروز" اور "معلومات افزا آپ بیتی" ہے ۴۰۰ صفحات ہیں اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس پہ اظہارِ خیال نہ ہوا ہو۔ "آغاز زندگی" پہلا عنوان ہے پھر "حلقۂ روزگار" پھر تصنیفات و "تالیفات" کا تعارف ہے پھر "تعمیری اقدامات" کے سلسلہ میں منشی صاحب کی مہم جوئیوں کا بیان ہے۔ اس کے بعد "تبلیغی مہمات" کے ضمن میں تحریک حسن قرأت، تنظیم القراء، عالمی تبلیغی منصوبہ، تبلیغی عید کارڈ، مواعظی انسائیکلوپیڈیا، بیت القرآن اور مطالعہ قرآن کی تحریک کا بیان ہے۔ اس کے بعد اجتہاد و نظریات کے ضمن میں معاصر تنظیموں اور افراد کے افکار پر گفتگو ہے بعد ازاں مشاہدات و واردات کے عنوان سے معاشرے میں پھیلے ہوئے امراض کی بات ہے تو تفریحات و تقریبات کے ضمن میں ملتان کی اجتماعی زندگی کی بھرپور عکاسی۔ اور آخر میں جذبات و احساسات کے عنوان سے "میری کہانی دوسروں کی زبانی ذکر کی گئی ہے جس میں پاکستان اور سعودی عرب کی نامور شخصیات کے مضامین اور آراء ہیں جن میں منشی صاحب کی شخصیت کا بھرپور طریق سے جائزہ لیا گیا ہے ——— کہنے کو یہ کتاب ایک فرد کی آپ بیتی ہے لیکن فی الحقیقت یہ جگ بیتی اور گذشتہ ۵۰ سال سے زائد عرصہ کے حالات کا جائزہ ہے اور یقینی ہے کہ آنے والے مؤرخین کے لئے اس سے صرفِ نظر ممکن نہ ہوگا۔ نوجوان نسل بالخصوص اس کتاب کا مطالعہ کرے تاکہ وہ آئینہ ایام میں اپنی تصویر دیکھ سکے اور اسے معلوم ہو کہ ایک فرد کس طرح توفیقِ الٰہی سے اتنے کام کر گذرتا ہے۔

ہم اس کتاب کے مطالعہ کی بھرپور سفارش کرتے ہیں۔ ۴۵/- روپے ہیں جاوید اکیڈیمی چوکی چہلیک ملتان شہر سے دستیاب ہے۔

حفاظتِ قرآن مجید

الدکتور سید سعید اللہ الاستاذ المشارک قسم الدراسات الاسلامیہ جامعہ پشاور ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ اور حضرت الامام لاہوری قدس سرہ کے دورۂ تفسیر قرآن کے ۵۰ء کے شاگرد رشید ہیں۔ موصوف کی یہ کتاب ۱۶۶ صفحات پر مشتمل ہے مختلف زبانوں کی چونسٹھ کتابوں کے مطالعہ کے بعد موصوف نے یہ علمی خدمت سرانجام دی اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے بڑی محنت اور خلوص سے یہ کام سرانجام دیا۔ "حفاظت قرآن" بنیادی طور پر خود خدائے قادر و توانا کی ذمہ داری ہے۔ عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت جن بندوں سے لی وہ بندے بڑے ہی خوش قسمت اور سعادتمند تھے ان کی محنتوں اور کاوشوں کا ذکر جناب موصوف نے بڑے ہی خوبصورت انداز میں کیا ہے اور اپنی چابکدستی، زیرکی اور مہارت فن کا خوب خوب ثبوت دیا اس کتاب پر وہ مستحق تبریک ہیں۔ مکتبہ عربیہ ہشت نگری پشاور سے یہ کتاب

(جاری ہے)

مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب کا دورۂ سندھ

رپورٹ محمد اسلم ملتان

۸ مئی کو محترم میاں محمد اجمل قادری صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تیزگام ملتان تشریف لائے بندہ بھی ملتان سے اُن کے ساتھ ہو لیا۔ ہماری پہلی منزل روہڑی تھی۔ گاڑی جب بہاولپور اسٹیشن پر رُکی تو صاحبزادۂ مکرم جناب میاں محمد اکمل قادری صاحب ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ گاڑی تقریباً پندرہ منٹ تک بہاولپور اسٹیشن پر کھڑی رہی۔ اس دوران میاں اکمل صاحب سے مختلف امور پر باتیں ہوتی رہیں۔ گاڑی روہڑی اسٹیشن پر دو گھنٹے تاخیر سے پہنچی۔ لوگ استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان میں قابلِ ذکر بابا عبدالرؤف، جناب احمد حسن عباسی صاحب شاہ پور چاکر، حافظ محمد اکبر صاحب سانگھڑ ہیں۔ یہاں کسی نے افواہ اڑا دی تھی کہ میاں صاحب بذریعہ تیزرو تشریف لا رہے ہیں۔ لوگ کافی تعداد میں انتظار کر کے واپس چلے گئے تھے۔ ہم ان احباب سے معذرت خواہ ہیں جنہیں غلط اطلاع کی وجہ سے پریشانی ہوئی۔

پھر یہ قافلہ شمس آباد کالونی کی طرف روانہ ہوا۔ نماز فجر کے بعد محلہ عمر مسجد میں مولانا اجمل قادری صاحب نے درس قرآن دیا۔ آپ نے سورۃ الکوثر کی تفسیر بڑے پُر اثر انداز میں بیان فرمائی۔ آپ نے لوگوں کو قرآن پاک کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی تعلیمات سے اپنے سینوں کو منور کیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ درسِ قرآن پاک کا سلسلہ ہر گلی اور محلے میں شروع ہونا چاہیے۔ درس قرآن پاک کے بعد میاں صاحب بابا کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں صبح کا ناشتہ تناول فرمایا۔ دوپہر کے کھانے کا اہتمام جناب میاں غلام رسول سومرہ کے ہاں تھا۔ نماز عصر کے بعد یہ قافلہ امروٹ شریف روانہ ہوا۔ اور نماز مغرب امروٹ شریف میں ادا کی گئی۔ امروٹ شریف اللہ والوں کی بستی ہے یہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم قطب الاقطاب مولانا تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی گاؤں ہے۔ یہاں سے اس قافلہ میں ڈاکٹر نذیر احمد پنھوار بھی شامل ہو گئے۔ راستے میں وہ مسجد دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جو لاڑکانہ کنال کے وسط میں واقع ہے۔ یہ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ مغرب کی نماز اسی مسجد میں ادا کی گئی اور مجلسِ ذکر بھی منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن پاک قاری شبیر احمد جونیجو نے بڑے دلکش انداز میں فرمائی۔ صبح کو جناب قبلہ حضرت اقدس شاہ صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات ہوئی۔ اور دیر تک مختلف امور پر بات چیت ہوئی۔ تقریباً گیارہ بجے جونگل میں تشریف آوری ہوئی۔ دوپہر کا کھانا جناب حاجی میر محمد صاحب دامت برکاتہم کے ہاں تناول فرمایا۔ رات کو لنگر عام تھا۔ لوگ دُور دراز سے سفر کر کے تشریف لائے تھے۔ لوگ اپنے رُوحانی پیشوا کو دیکھنے کے لئے دیہاتوں سے آئے تھے۔ اور رات کو حضرت شاہ صاحب بھی کشمور سے تشریف لے آئے۔ مجلسِ ذکر جامع مسجد میں منعقد ہوئی تھی۔ بہت بڑا ہجوم تھا۔ مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ نماز فجر اسی مسجد میں ادا کی گئی اور درس قرآن پاک جناب مولانا اجمل قادری صاحب نے بڑے پُر اثر انداز میں درس قرآن دیا۔ اور لوگوں کو سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر آج بھی ہم صحیح معنوں میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند ہو جائیں تو ہمارے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ حاجی عبدالعزیز صاحب کے بار بار اصرار پر اُن کے ہاں ناشتہ تناول فرمایا۔ مولانا محمد رفیق صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ، جونگل ملنے کے لئے تشریف لائے یہاں سے یہ قافلہ ٹنکار پور روانہ ہوا۔ بذریعہ مہران ایکسپریس ۲½ بجے نواب شاہ پہنچے۔ اسٹیشن پر استقبال کے لئے ایک جمِ غفیر تھا جن میں مولانا اللہ بخش صاحب۔ قاری نثار احمد صاحب قابلِ ذکر ہیں۔ نواب شاہ مسجد نور میں ظہر کی نماز ادا کی مولانا اللہ بخش صاحب نے خوب خدمت کی۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے (آمین)

کچھ دیر بعد شاہ پور چاکر کے لئے روانگی

ہوئی۔ مسجد تاج المساجد لاہوری محلہ میں پہنچے۔ جناب حضرت محمد حسن صاحب عباسی خلیفہ مجاز حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ مفتاح العلوم میں دوپہر کا کھانا کھایا۔ اور رات کو جناب ڈاکٹر سائیں ڈنو صاحب نے کھانے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ صبح کے ناشتہ پر حضرت مولانا محمد حسن صاحب سے میاں صاحب کی طویل گفتگو ہوئی۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب فرما رہے تھے کہ حضرت میاں صاحب آپ یہاں جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ حضرت لاہوریؒ کے فیضان کا سلسلہ ہے۔ یہ انہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے اس گفتگو میں مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ العالی نے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بڑے دلگداز واقعات سنائے جس میں ایک واقعہ بطور مثال پیش قارئین ہے واقعہ یہ ہے کہ ایک ہندو لڑکا جو کہ اسلام قبول کر چکا تھا ہندوؤں نے اغوا کا کیس درج کروا دیا۔ تاریخ پیشی پر حضرت امروٹی مدظلہ العالی تشریف لے گئے۔ ڈی سی نے کہا کہ یہ لڑکا نابالغ ہے تم نے اسے اغوا کیا ہے تو حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لڑکے کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا دیکھو کیا یہ نابالغ ہے؟ جب دیکھا گیا تو لڑکے کے چہرے پر داڑھی تھی۔ بہت سارے لوگ یہ منظر دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ مدرسے کے بارے میں میاں صاحب کے استفسار پر حضرت نے بتایا کہ کل پینتیس ۳۵ طلباء زیر تعلیم ہیں۔ کچھ کا تعلق بلوچستان سے ہے اور کچھ کراچی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہوسٹل میں کمی ہے اس لئے مزید طلباء کو داخلہ دینا ممکن نہیں ہے۔

۱۲۔ مئی کو میاں صاحب مدرسہ معارف القرآن انجمن خدام الدین گوٹھ حاجی سائیں ڈٹہ عربیہ تشریف لے گئے۔ اس مدرسے کی بنیاد جناب ماسٹر محمد واصل مرحوم جو حضرت لاہوریؒ کے خادم تھے انہوں نے رکھی تھی۔ مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ جناب رحمۃ اللہ صاحب اور دوسرے احباب بھی ہمراہ تھے۔ بڑی تعداد میں حاضرین جمع تھے۔ میاں صاحب نے یہاں بڑا پر مغز خطاب فرمایا۔ نماز عصر کے بعد مدرسہ رحمانیہ تشریف لے گئے۔ اور یہاں سے سانگھڑ روانگی ہوئی۔ تقریباً ۹ بجے جناب قاضی عبدالرحمٰن صاحب پبلک پراسیکیوٹنگ آفیسر کے مکان پر قیام ہوا۔ صبح مسجد میں درس قرآن دیتے ہوئے میاں صاحب نے لوگوں کو اپنے رب سے مکمل رشتہ جوڑنے کی تلقین فرمائی۔ ازاں بعد حافظ اکبر صاحب کے کتب خانے کا معائنہ کیا۔ یہاں سے بذریعہ جیپ تقریباً ایک بجے باغ خان جنوئی پہنچے۔ ظہر اور عصر کی نمازیں وہیں پڑھائیں اور خطاب بھی فرمایا۔ بعد مغرب شاہ پور چاکر میں مجلس ذکر منعقد کرائی گئی اور جلسہ عام سے خطاب بھی فرمایا۔

۱۴۔ مئی کو مولانا محمد حسن صاحب سے رخصت لی۔ اس کے بعد پیر جھنڈا تشریف لے گئے۔ وہاں پر جناب عبداللہ شاہ سے ملاقات ہوئی اور اپنے بزرگوں کے مزارات پر حاضری ہوئی۔ سکول اور وہ مسجد دیکھی جہاں پر حضرت لاہوریؒ نے اور موجودہ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جمعہ کا پروگرام وحدت کالونی میں ہوا۔ یہاں پر حضرت مولانا عبدالمتین خان صاحب اور میاں صاحب نے خطاب فرمایا۔ لوگ دیوانہ وار میاں صاحب سے گلے مل رہے تھے اور اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔ بڑی مشکل سے مولانا عبدالمتین خان صاحب نے مداخلت کر کے لوگوں سے خلاصی کرائی۔ مدرسہ مفتاح العلوم کا معائنہ فرمایا۔ جہاں پر طلباء سے گفتگو ہوئی۔ اس مدرسہ میں تقریباً ۳۵۰ طلباء زیر تعلیم ہیں۔ غیر ممالک سے تقریباً اسی ۸۰ طلباء زیر تعلیم ہیں یہاں سے بذریعہ کار کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت حاجی یوسف صاحب کے مکان پر قیام ہوا۔ یہاں مختلف جلسوں اور اجلاسوں سے میاں صاحب نے خطاب فرمایا اور یوں اس سفر سے واپسی ہوئی۔

توجہ فرمائیں

درس نظامی اور فاضل عربی کی تدریس میں مہارت رکھنے والے چند اساتذہ کی ضرورت ہے۔ فوری رابطہ کریں۔

محمد سعید الرحمٰن علوی ۱۲۔ اے، شاہ جمال لاہور ۱۶

طبی مشورے

حکیم آزاد شیرازی

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور روانہ کریں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

چھینکیں اور زکام

س: میری عمر بیس سال ہے دو سال سے ہر پندرہ دن یا مہینے بعد زکام ہو جاتا ہے۔ چھینکیں بکثرت آتی ہیں اور ناک سے پانی بہنے لگتا ہے گزشتہ ہفتے سے روزانہ صبح اٹھتے ہی چھینکیں شروع ہوتی ہیں اور زکام ہو جاتا ہے۔ دس پندرہ منٹ بعد ٹھیک ہو جاتا ہوں۔ بہت علاج کرائے آرام نہیں آیا۔

محمد یوسف عاصی
جنڈانوالہ۔ میانوالی

ج: چھینکوں کے بکثرت آنے کو روکنے کے لئے روزانہ رات سوتے وقت ناک میں روغن گل شبو ٹپکائیں۔ سر پر نیم گرم پانی گرائیں، کان میں نیم گرم روغن بادام ڈالیں۔

زکام گرمی سے ہو تو پتلا پانی بہتا ہے اور جلن پیدا ہوتی ہے۔ سردی سے ہو تو پانی گاڑھا بہتا ہے اور بغیر جلن کے پتلا ہوتا ہے۔

زکام میں قبض نہ ہونے دیں سر کو ڈھانک کر رکھیں۔ ترشی، دودھ اور گوشت سے پرہیز کرنا چاہئے۔

صبح و شام اطریفل اسطوخودوس ۳/۴ ماشہ کھائیں۔ دو ہفتے استعمال کے بعد اطریفل کشنیز ۶/۲ ماشہ صبح و شام کھائیں۔ قبض ہو تو اطریفل زمانی ۱ تولہ رات سوتے وقت کھائیں۔

ان دواؤں سے فائدہ نہ ہو تو ہم سے "سفوف احمر (۲) حب منقیہ (۳) اور دماغی منگوا کر استعمال کریں۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

بدہضمی، گیس، قبض

س: میری عمر ۲۲ سال ہے مجھے ۶ مہینے سے بدہضمی کی شکایت ہے۔ کھانے کے بعد کھٹے ڈکار آتے ہیں، ہوا خارج نہیں ہوتی، قبض رہتی ہے۔ سر اور آنکھوں پر گیس دباؤ ڈالتی ہے۔ زبان میلی اور ہونٹ خشک رہتے ہیں۔ پیاس شدید لگتی ہے۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے ہیں۔

نورین اختر، قصور

ج: آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ شادی شدہ ہیں یا نہیں بہرصورت آپ کی تحریر کی روشنی میں نسخہ حاضر ہے۔

پوست ہلیلہ زرد ۵ تولہ، پوست ہلیلہ کابلی ۵ تولہ، ہلیلہ سیاہ ۵ تولہ، پوست بہیڑہ ۵ تولہ، آملہ مقشر ۵ تولہ، انیسون ۳ تولہ، زنجبیل ۳ تولہ، بادیاں ۳ تولہ، سنا مکی ۵ تولہ، نمک سیاہ ۳ تولہ سب دوائیں باریک پیس کر ملا لیں۔ روزانہ صبح، دوپہر، شام ۲/۲ ماشہ پانی کے ساتھ اور رات سوتے وقت ۴ ماشہ گرم دودھ کے ساتھ کھائیں انشاء اللہ شفا ہوگی۔

ٹی بی کا نسخہ

س: میری والدہ (بعمر ۶۰ سال) کو کھانسی کے ساتھ خون آتا ہے لوگ کہتے ہیں یہ ٹی بی ہے براہ کرم دوائی یا مفید مشورہ دیں۔ محمد عرض امام مسجد، کوئٹہ

ج: ٹی بی کا نسخہ بار بار خدام الدین میں شائع کیا گیا ہے اس کے مطابق تیار کریں اور دن میں تین مرتبہ ۱/۲ رتی کھلائیے نیز بکری کا دودھ، مکھن، پھل وغیرہ کھلائیں۔

بناتِ اسلام

حضرت اُمِّ مغیث رضی اللہ عنہا

جن کی فصاحت و بلاغت پر لوگ ششدر رہ جاتے تھے

محمد اسحاق بھٹی

الاستیعاب ابن عبدالبر میں مرقوم ہے کہ حضرت ام مغیث رضی اللہ عنہا مدینہ کی ان خواتین میں سے تھیں جو روایت حدیث کا خاص ذوق اور شوق رکھتی تھیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کئی احادیث روایت کیں اور پھر انہیں یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے ساتھ قبلتین (یعنی بیت المقدس اور کعبۃ اللہ) کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔

تقریر و خطابت

یہ عرب کی ان عورتوں میں سے تھیں جو تقریر اور زورِ بیان میں بڑی شہرت رکھتی تھیں۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ بڑے بڑے مجموں میں زوردار اور مؤثر تقریر کرتیں۔ اور ان کی سلاست و روانی اور فصاحت و بلاغت پر لوگ حیران ہو ہو جاتے۔ گفتگو میں تیز تھیں۔ اور بات چیت میں مدبرانہ انداز اختیار کرتی تھیں اپنی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دلائل مہیا کرنا ان پر ختم تھا۔ بچے تلے جملے اور عمدہ الفاظ استعمال کرتیں اور جو بات زبان سے نکالتیں پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ نکالتیں۔ اگر اپنی بات میں کوئی کمزور پہلو محسوس کرتیں تو اسے مزید دلائل و براہین سے مزین کرنے کے لئے سعی کرتیں۔ زمانۂ اسلام میں ان کے انداز و خطابت نے اور بھی ترقی کی اور ان کی یہ فصاحت و بلاغت اور زورِ بیان اسلام کی تبلیغ میں بڑا ممد ثابت ہوا اور بڑے بڑے فصیح اللسان ان سے متاثر ہوئے

خطابت ان کی بہت بڑی خوبی ہے۔ اگر اس کا مصرف بہتر ہو، اور خطیب خلوص و صداقت سے بہرہ ور ہو تو ذہنوں کی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیتا ہے اور آن کی آن میں فکر و فہم کی کایا پلٹ دیتا ہے حضرت ام مغیث رضی اللہ عنہا کی اس خداداد نعمت سے بے شمار لوگ اثر پذیر ہوئے اور ایک دنیا کے فکری رجحان میں انقلاب و تغیر کی لہریں نمودار ہوئیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا

"لوگو! تم اپنے نفع و نقصان سے اتنے بے خبر کیوں ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہیں ایک روز اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، جہاں تمہارے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اور تمہاری نیکیوں اور برائیوں کو پرکھا جائے گا اور جانچا جائیگا تم اس دنیا میں اتراتے پھرتے ہو، اپنے اموال و اولاد پر نازاں ہو، قوت و شوکت پہ فخر کرتے ہو اور محلات و قصور میں دل لگائے بیٹھے ہو۔ یاد رکھو یہ سب چیزیں عارضی اور فانی ہیں۔ دوام صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے جو شخص خیرات و حسنات کے لئے کوشاں ہے وہی فوز و فلاح کا مستحق ہے اور جو برائی کو مرکز توجہ ٹھہراتا ہے وہ ناکام و

(باقی ۵ پر)